ترتیب
حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب شادی قاسمی مدظلہ
مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور
عبد اللطیف قاسمی
استاذ جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

شائع کردہ
جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور
9986694990

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رہنما اصول

برائے

خوش گوار ازدواجی زندگی

ترتیب

حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی قاسمی مدظلہ

مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور

عبداللطیف قاسمی

استاذ جامعہ غیث الہدی بنگلور

شائع کردہ

جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور

9845016443.9986694990

تفصیلات

نام کتاب	:	رہنما اصول برائے خوشگوار ازدواجی زندگی
ترتیب	:	حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی قاسمی مدظلہ مہتمم جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور عبداللطیف قاسمی، استاذ جامعہ غیث الہدی بنگلور
صفحات	:	۹۰
تعداد	:	گیارہ سو

شائع کردہ

جامعہ غیث الہدیٰ، بنگلور

9845016443.9986694990

فہرست مضامین

عرضِ احوال

تمام تعریفیں اس مہربان رب کے لئے ہیں جس نے انسان کو ایک جان سے پیدا فرمایا اور اس کے سکون کے لئے اس کی رفیقہء حیات کو بھی پیدا فرمایا، لاکھوں درود وسلام ہو آقائے مدنی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں نے اللہ کی مرضی کے مطابق بہترین پرسکون زندگی گزار کر بتائی، آپ کے صحابہ وتابعین پر جنہوں نے آپ کی تعلیمات کو اپنایا اور ان تمام بندگانِ خدا پر جو ربِ ذوالجلال ورسول صاحبِ جمال صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کو اپنا مشغلہ بنایا۔

نکاح ایک عبادت، زندگی کی راحت وسکون کا سامان اور جنسی تسکین کا جائز ذریعہ ہے، نکاح کا دن ہر جوان لڑکے ولڑکی کے لئے خوشیوں ومسرتوں سے بھرپور اور ہر جوڑے کا یادگار دن ہوتا ہے۔

رشتہ طے ہونے کے بعد سے نکاح کی تقریب کی تزئین، سامان کی خرید وفروخت، عزیز واقارب کو حاضری کی دعوت وغیرہ میں نہایت مصروف اور شادی کے دن کے انتظار میں بے قرار وبے چین نظر آتے ہیں، اللہ اللہ کر کے شادی کا دن اپنی تمام رنگینیوں، خوشیوں ومسرتوں اور مبارک بادیوں کے ساتھ دولہا اور دلہن کی زندگی کا ایک ناقابل ِفراموش حصہ بن جاتا ہے۔۔۔اللہ تعالیٰ تمام شادی شدہ جوڑوں کے لئے ہر دن عید کا دن اور ہر رات شب براءت بنائے۔آمین

ان سب خوشیوں اور تیاریوں کے باجود ایک اہم اور زندگی کو پرسکون بنانے والے ایک قیمتی تحفہ سے لوگ عموماً غافل ہوتے ہیں، وہ قیمتی تحفہ ”ازدواجی زندگی کے اسلامی اصول، تعلیمات وہدایات“ ہیں جن کی طرف خطبہء نکاح کی آیتیں اشارہ کرتی ہیں، اس اللہ سے ڈرو جس کا نام لے کر تم آپس میں ایک دوسرے سے (حقوق وغیرہ سے متعلق)

سوال کرتے ہو اور رشتہ داری سے ڈرو (رشتہ داری کو توڑنے سے بچو جس میں ازدواجی رشتہ بھی داخل ہے)۔(النساء:۱)

اللہ سے ڈرو جیسے اس سے ڈرنے کا حق ہے، (شادی سے پہلے کی زندگی میں، شادی کے بعد کی زندگی میں) (آل عمران:۱۰۲)

اللہ سے ٹھیک اور درست بات کہو۔ (بطور خاص نکاح کے بندھن میں بندھتے وقت بیویوں سے حقوقِ زوجیت اور حسنِ سلوک کا جو وعدہ اور قول وقرار کرتے ہو، ان کو پورا کرو) (الاحزاب:۷۲)

ان اہم ہدایات وتعلیمات سے نوجوان لڑکے ولڑکیاں اور خاندان کے بزرگ افراد جو دو دلوں کے جوڑنے میں سنگِ میل ادا کرنے کا رول ادا کر رہے ہوتے ہیں وہ سب عموماً غافل ہوتے ہیں اور نکاح کے بندھن میں بندھ جانے کے بعد میاں بیوی کے آپسی حقوق کیا ہیں؟ ان کی ادائیگی میں کیا راحتیں ہیں اور ادا نہ کرنے میں کیا مصیبتیں، الجھنیں چھپی ہوئی ہیں نہ دولہا کو پتہ ہوتا ہے کہ لفظ ''قبول'' سے اپنے ناتواں کندھوں پر کس بارِ گراں کو اٹھانے جا رہا ہے، نہ بیوی بننے والی لڑکی کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ کس بندھن میں بندھی جا رہی ہے، اس کی کیا نزاکتیں ہیں؟ نہ ہی ان مشفق ومہربان والدین کو کچھ احساس ہوتا ہے جو اپنی اولاد کو دولہا ودلہن کی شکل میں نہایت خوش وشادماں دیکھنے کیلئے انتھک کوشش میں لگے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کے لئے ایسا تحفہ (خوش گوار ازدواجی زندگی کے اصول) شادی کے موقع پر دیا جائے جو اس رشتہ کو ہمیشہ خوشیوں کے ساتھ باقی رکھنے والا اور ازدواجی زندگی کو نہایت خوش گوار اور جنت نشاں بنا سکے۔

الغرض جب شادی کے چند دن بخوشی گزر جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی حق تلفی شروع ہو جاتی ہے، تب بیوی کی طرف سے ناز ونخرے نا قابلِ برداشت ہو جاتے ہیں، یا شوہر کے ناجائز ونامناسب مطالبات کی وجہ سے گھر اجڑتا ہوا نظر آتا ہے، تب علماء کرام کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور پریشانیوں کی شکایات، مقدس رشتوں کی پامالی کے واقعات کا حکم معلوم کیا جاتا ہے۔

شوہر کہتا ہے میں نے غصہ میں اس طرح کی بات کہہ دی ہے، اب رشتہ باقی رہا کہ نہیں؟ دارالافتاء میں اور فون پر مسائل معلوم کرنے میں سوالات کی اکثریت ان ہی امور سے متعلق ہوتی ہے۔

یہی وہ باتیں ہیں جو استاذِ محترم مشفق، محسن ومربی اور داعی کبیر حضرت مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی مدظلہ العالی مہتمم جامعہ غیث الہدی بنگلور کو پریشان کر رہی تھیں، عرصۂ دراز سے آپ کی خواہش وفکر تھی کہ اس موضوع پر ایک مختصر رسالہ ترتیب دیا جائے جو ''نکاح کی اہمیت، ازدواجی حقوق، خوش گوار ازدواجی زندگی کے اصول، طلاق کی شرعی حیثیت اور طلاق کا غلط استعمال'' وغیرہ پر مشتمل ہو جس کو امت کے نوجوان اور خاندانی بزگوں کے سامنے پیش کیا جائے اور ان کی ذہن سازی کی جائے تاکہ امت کے نوجوانوں میں پائی جانے والی ''شرحِ طلاق'' کم ہو سکے، لوگ پر سکون ازدواجی زندگی بسر کر سکیں۔

عجیب اتفاق کہ اس رسالہ کی ترتیب کے دوران فرقہ پرست مرکزی حکومت ''بی، جے، پی'' نے ''طلاقِ ثلاثہ'' اور تعددِ ازواج'' کو بنیاد بنا کر سپریم کورٹ میں ''مسلم پرسنل لا'' کو ختم کر کے ''یونیفارم سول کوڈ'' نافذ کرنے کے لئے حلف نامہ داخل کیا ہے، فرقہ پرست حکومت کو ''مسلم پرسنل لا'' کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے جو بہانہ ملا ہے، وہ نادان اور دین بے زار؛ بلکہ دین کا مذاق اڑانے والے اور مغربی تہذیب سے متاثر اور مغربی تہذیب کے شانہ سے شانہ ملا کر چلنے والوں کی بے راہ روی اور ''طلاق'' کا غلط استعمال ہے۔

اس تناظر میں اس رسالہ کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ امت کے نوجواں طبقہ کو ان کی ذمہ داریوں سے واقف کرایا جائے اور مسلم طبقہ میں ''نکاح وطلاق'' سے متعلق بیداری لائی جائے، اس لئے حضرت والا نے بندۂ ناچیز کو اس رسالہ کی ترتیب کا حکم دیا اور ہر مرحلہ میں رہنمائی فرمائی اور سفرِ عمرہ کے موقع پر مسجد نبوی۔علی صاحبہ الصلوۃ والسلام۔میں دعائیہ کلمات تحریر فرمائے، رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ میں از اول تا آخر بالاستیعاب

نظر ثانی اور تصحیح فرمائی، اس رسالہ کا انگریزی ترجمہ اور رمن انگریزی (نقوش انگریزی تلفظ اردو) میں ترجمہ کرایا گیا ہے۔

یہ عاجز مقامِ مقدس میں تحریر کئے گئے دعائیہ کلمات سے اس رسالہ کی قبولیت کی امید رکھتا ہے، مرتب دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو دنیا وعقبیٰ میں بہترین جزاء نصیب فرمائے، آپ کی عنایتوں ونوازشوں سے محروم نہ فرمائے اور بصحت وعافیت آپ کے سایہ کو تادیر قائم رکھے اور اس رسالہ کو اور مرتب کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ آمین برحمتک یاارحم الراحمین

عبداللطیف قاسمی

خادمِ تدریس جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

م ۲۵/جون ۲۰۱۷ء

دعائیہ کلمات

داعئ کبیر حضرت اقدس مولانا مفتی محمد اسلم صاحب رشادی دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ غیث الہدیٰ بنگلور

الحمدللہ ، والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ صلی علیہ، وآلہ، وصحبہ، وبارک، وسلم تسلیما کثیرا کثیرا ، امابعد:

گزشتہ سال شعبان میں ہمارے دوست مولانا منیرالدین صاحب ۔زیدلطفہ ۔ کے مدرسہ ’’جامعہ بحرالعلوم‘‘ ملکال مروکا سالانہ جلسہ تھا، حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی مدظلہ نے حسب معمول پرجوش ،فکرانگیز خطاب فرمایا۔

اسی خطاب کے دوران ایک دلی تڑپ کی راہ ملتی نظر آئی ،امت مسلمہ میں بڑھتے ہوئے ازدواجی جھگڑے اورخاندانی مسائل کے حل کے لئے ایک تربیتی پروگرام مرتب کیا جائے اوراس کے لئے ایک مختصر رسالہ ہوجس میں اہم باتیں مذکورہوں اوروہ رسالہ زوجین اوران کے گھرانوں کے سامنے سنایا جائے۔

احقر نے صاحبِ قلم نوجوان عالم دین مولانا مفتی عبداللطیف ۔زیدفضلہ۔ کو یہ ذمہ داری سونپی ۔ماشاءاللہ۔ یہ رسالہ تیارہوا، آج ۱۳؍ربیع الاول ۱۴۳۸ھ مسجد نبوی ۔علی صاحبہ الف الف صلوۃ ، وتحیۃ۔ میں بیٹھے اس رسالہ کو چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھ کر چند دعائیہ جملے تحریر کررہاہوں ، اللہ اس رسالہ کو امت میں خیر کے زندہ ہونے کا ذریعہ بنائے اوررشتوں میں اعتدال کے وجود کا سبب بنائے ،عرض گزار ،مرتب اور جملہ معاونین کو اللہ قبول فرمائے اوراس رسالہ کو ان سب کے لئے ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات بنائے۔آمین

(حضرت مولانا مفتی) محمد اسلم رشادی غفرلہ

واردِحال مدینہ منورہ

بوقت:۱۱:۵۱ بجے قبل ظہر

۱۳؍ربیع الاول ۱۴۳۸ھ موافق ۱۲؍دسمبر ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نکاح کی فضیلت

کہا جاتا ہے کہ انسان ”ایک سماجی حیوان“ ہے یعنی وہ اپنی بہت سی ضروریات کے لئے سماج کا محتاج ہے، انسان کو اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ خاندان کے زیرِ سایہ زندگی گزارے۔ خاندان کی بنیاد نکاح ہے، نکاح ہی سے ایک جوڑا بنتا ہے، پھر وہ جوڑا ایک چھوٹا سا خاندان بنتا ہے پھر وہ ایک قبیلہ بن جاتا ہے، نکاح ہی سے ددھیالی، ننیہالی اور سسرالی رشتے وجود میں آتے ہیں اور انسان کو خاندان کا ایک مضبوط حصار حاصل ہوتا ہے، جو دکھ سکھ میں اس کے کام آتا ہے جو بھلائی پر قائم رہنے اور برائی سے روکنے میں اس کی مدد کرتا ہے اور اس کے تحفظ میں معاون ہوتا ہے نیز نکاح ہی سے نسل انسانی کی افزائش اور اس کی بقا بھی متعلق ہے۔

اسی لئے اسلام میں نکاح کو بڑی اہمیت حاصل ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو اپنی اور اپنے سے پہلے انبیاء کی سنت قرار دیا ہے اور تجرد کی زندگی کو ناپسند فرمایا ہے، اس لئے کہ نکاح سے انسان کو ذہنی اور قلبی سکون، عفت و پاکدامنی، باہمی الفت اور موانست حاصل ہوتی ہے، نیز بے راہ روی اور معاصی سے حفاظت رہتی ہے۔

نکاح کی تعریف

نکاح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میں دئے گئے حکم کی تعمیل ہے، نیز بقائے نسلِ انسانی اور حصولِ عفت و عصمت کا ذریعہ ہے، جس کی وجہ سے انسان حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے، اس لئے نکاح معاہدہ بھی ہے اور عبادت بھی۔

نکاح مرد وعورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا معاہدہ ہے جس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہو جاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہو جاتے ہیں۔ (مجموعہ قوانین اسلامی: ۳۸)

نکاح کا حکم

نکاح کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی اہلیت اور زنا میں مبتلا ہونے اور نہ ہونے کے اندیشوں کے اعتبار سے جو مختلف حالات پیدا ہوتے ہیں، ان کے اعتبار سے نکاح کے احکام بھی مختلف ہو جاتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) اگر عورت کے نان ونفقہ اور دوسرے حقوق ادا کرنے پر مرد قادر ہے اور اسے یقین ہے کہ اگر وہ نکاح نہ کرے، تو بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا، تو ایسی حالت میں نکاح کرنا فرض ہے۔

(ب) اگر عورت کے نان ونفقہ اور دوسرے حقوق ادا کرنے پر مرد قادر ہے اور اسے یقین تو نہیں ظنِ غالب ہے کہ اگر وہ نکاح نہ کرے، تو بدکاری میں مبتلا ہو جائے گا، تو ایسی صورت میں نکاح کرنا واجب ہوگا۔

(ج) نکاح معتدل حالات میں سنتِ مؤکدہ ہے۔

تشریح

معتدل حالات سے مراد یہ ہے کہ مرد صحبت کرنے کی قدرت، نیز مہر ونفقہ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اگر وہ نکاح نہ کرے، تو اس کے زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو، نیز نکاح کی صورت میں اس کا خطرہ نہ ہو کہ وہ بیوی پر ظلم وزیادتی کرے گا اور نہ اس کا اندیشہ ہو کہ وہ فرائض وسننِ مؤکدہ کے ترک کا مرتکب ہوگا۔

(د) اس شخص کے لئے جو مہر، نان ونفقہ اور حقوقِ زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، یا اپنی مزاجی ساخت کی وجہ سے اس کو یقین ہو کہ وہ ہونے والی بیوی پر ظلم

وزیادتی کا مرتکب ہوگا،تو نکاح کرنا حرام ہے۔

(ہ) اگر کسی شخص کو ہونے والی بیوی پر ظلم کے ارتکاب کا یقین تو نہیں ؛مگر ظن غالب ہو،تو ایسی صورت میں نکاح کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

نوٹ: نکاح کے جو شرعی احکام مردوں کے ہیں،وہی عورتوں کے لئے بھی ہیں،فرق یہ کہ عورتوں کے لئے مہر اور نفقہ پر قدرت کی شرط نہیں ہے۔(مجموعہ قوانین اسلامی: ۴۰ دفعہ ۵)

محرمات کا بیان

یعنی وہ مردو خواتین سے نکاح حرام ہے

جن اسباب کی وجہ سے رشتۂ نکاح حرام ہے،اس کی دو قسمیں ہیں

(۱) حرمت مؤبدہ (یعنی دائمی حرمت، زندگی میں کبھی بھی ان مردو خواتین سے نکاح ہو ہی نہیں سکتا)

(۲) حرمت مؤقتہ (یعنی کسی عارض کی بنا پر نکاح حرام ہے،اگر وہ عارض زائل ہو جائے،تو نکاح ہو سکتا ہے)

جن رشتہ داروں سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے ان کی تین قسمیں ہیں:

(۱) نسبی رشتہ دار (۲) سسرالی رشتہ دار (۳) رضاعی رشتہ دار (دودھ کے رشتہ دار)

(۱) اصول یعنی ماں، نانی، دادی، باپ، دادا، نانا اور والدین کا آبائی اور مادری سلسلہ (اوپر تک)

(۲) فروع یعنی اپنی اولاد بیٹیاں، نواسیاں، بیٹے، پوتے اور ان کا اولادی سلسلہ (پوتی، پوتے، نواسی، نواسے کی اولاد نیچے تک)

(۳) والدین کے فروع: بھائی، بہن اور ان کا اولادی سلسلہ (بھتیجے، بھتیجیاں، بھانجے بھانجیاں نیچے تک)

(۴) دادا، دادی، نانا اور نانی کے صرف فروع یعنی چچا، پھوپی، ماموں، خالہ حرام ہیں، ان کے اولادی سلسلہ سے نکاح درست ہے۔ (ملخص از: قاموس الفقہ ۵/۲۲۹)

مندرجہ ذیل رضاعی رشتہ داروں سے نکاح کا حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں، وہ رشتے رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں، لہٰذا رضاعی والدین، رضاعی بھائی بہن، رضاعی ماموں اور خالہ، رضاعی چچا پھوپی وغیرہ سے نکاح حرام ہے، رضاعی خالہ زاد بھائی بہن، رضاعی ماموں زاد بھائی بہن، رضاعی چچا زاد اور پھوپی زاد بھائی بہن وغیرہ سے نکاح جائز ہے۔ (مستفاد: قاموس الفقہ ۳/۴۸۶)

مندرجہء ذیل سسرالی رشتہ داروں سے نکاح کا حکم

(۱) بیوی کے فروع یعنی بیوی کی بیٹیاں، پوتیاں، نواسیاں جو دوسرے شوہر سے ہوں بشرطیکہ بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔

عورت کے لئے شوہر کی اولاد اور پوتوں اور نواسوں سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

(۲) بیوی کی ماں، نانی، دادی اور ان کا مادری سلسلہ اگر چہ شوہر نے بیوی سے صحبت نہ کی ہو، صرف نکاح کیا ہو۔

عورت کے لئے شوہر کا باپ، دادا اور نانا اور ان کا پدری سلسلہ حرام ہے

(۳) اپنے اصول وفروع کی بیویاں یعنی باپ، دادا اور نانا کی بیویاں، بیٹے، پوتے اور نواسے کی بیویاں۔

عارضی حرمت کے اسباب

جن مرد وخواتین سے عارضی طور پر نکاح حرام ہے ان کی تفصیلات درجِ ذیل ہیں

(۱) دو ایسی عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے جن میں سے ایک کو مرد سمجھا جائے، تو ان دونوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا جیسے: دو بہنیں ان میں سے ایک کو بھائی سمجھا جائے، تو ان کے درمیان بھائی بہن کا رشتہ ہوگا اور ان کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا، خالہ بھانجی، پھوپی بھتیجی وغیرہ۔

(۲) جوعورت کسی مرد کے نکاح میں ہو، اس عورت سے کسی دوسرے مرد کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کے شوہر کی طرف سے طلاق، خلع یا قاضی کے ذریعہ فسخ نکاح یا شوہر کی وفات نہ ہو جائے، شوہر سے جدائی کی جو بھی صورت پیش آئے، نئے نکاح کے لئے عدت کا گزرنا بھی ضروری ہے، درمیانی عدت میں نکاح درست نہیں ہے۔

(۳) ایک شخص کے نکاح میں چار بیویاں فی الحال موجود ہوں یا ان میں سے کوئی بھی عدت گزار رہی ہو، تو اس شخص کے لئے مزید نکاح حلال نہیں ہیں۔ (ملخص: از قاموس الفقہ ۵/ ۲۳۱، ۲۳۱)

بے ایمان مرد وخواتین سے نکاح کا حکم

کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی بے ایمان مرد سے نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کسی مسلمان مرد کا نکاح بے ایمان عورت سے ہو سکتا ہے؛ البتہ مسلمان مرد کا نکاح مذہبی یہودی یا عیسائی (برائے نام یہودی وعیسائی نہ ہو) عورت سے ہو سکتا ہے؛ لیکن دین اور معاشرت کے لحاظ سے بہتر وپسندیدہ نہیں ہے۔ (مستفاد: از قاموس الفقہ ۵/ ۲۳۱)

نکاح کے مقاصد

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر نکاح کے مختلف مقاصد بیان فرمائے ہیں:

۱۔ عفت و پاکدامنی کا حصول

اسلام میں نکاح کا سب سے اہم مقصد عفت و پاکدامنی کا حصول ہے، اسلام مرد وعورت کو مکلف بناتا ہے کہ وہ اپنے تعلق کو شرعی ضابطہ کا پابند بنائیں جو انسان کو فحش وبدکاری اور معاشرہ کو فساد و بے حیائی سے محفوظ رکھنے والا ہو؛ کیونکہ عورت اور مرد کا آزادانہ اختلاط انسانی اخلاق ہی نہیں؛ بلکہ تہذیبِ انسانی کے لئے بھی باعثِ فساد اور سمِ قاتل ہے۔

۲۔ مودت ورحمت

انسان فطری طور پر تنہائی کے بجائے اجتماعیت پسند ہے اور تنہائی سے بچنے کے لئے مختلف راستے اختیار کرتا ہے، اس لئے کہ زیادہ دنوں تک تنہائی کی زندگی گزارنے کا نتیجہ

مختلف نفسیاتی اور ذہنی بیماریوں کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانی فطرتوں کا خالق ہے، وہ انسانی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہے، اس لئے اس نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو پرسکون بنانے کے لئے کسی اچھے ساتھی کا انتخاب کرے جو اس کے نشیب وفراز، خوشی وغم اور صحت و بیماری میں اس کا ساتھ دے اور ایسا ساتھی وہی ہوسکتا ہے جس کے ساتھ جینے اور مرنے کا معاہدہ ہوا اور یہی نکاح کی اصل روح ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ (الروم:۲۱)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کئے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرسکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور آپسی ہمدردی پیدا کی۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّ جَعَلَ مِنۡہَا زَوۡجَہَا لِیَسۡکُنَ اِلَیۡہَا ۚ (الاعراف:۱۸۹)

وہی اللہ ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس کے لئے اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرسکے۔

زوجین کی باہمی تعلقات کی نوعیت کو قرآن کریم نے نہایت بلیغ اور خوبصورت تعبیر میں بیان کیا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (البقرة:۱۸۷)

وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

اس آیت میں زوجین کو ایک دوسرے کا لباس فرمایا گیا ہے، لباس اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کے جسم سے متصل رہتا ہے اور انسانی جسم کے راز اور عیوب کی پردہ پوشی کرتا ہے،

انسانی جسم کو باہر کی آلودگی اور مضر اثرات سے بچاتا ہے اور انسانی جسم کے لئے زینت کا باعث ہے، گویا یہی کردار زوجین کا ایک دوسرے کے ساتھ ہونا چاہئے، کہ ایک دوسرے کے لئے ضرورت، حفاظت اور زینت کا سبب بنیں۔

۳۔نسل انسانی کی بقاء

نکاح کا مقصد صرف نفسانی خواہشات کی تکمیل نہیں ہے؛ بلکہ نسلِ انسانی کا بقاء وتحفظ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ (البقرة:۱۸۷)

ہمبستری وصحبت کے ذریعہ اس چیز کو تلاش کرو جس کو اللہ نے تمہارے لئے مقدر فرمایا ہے۔

وقت پر نکاح کرنے میں اپنی اور معاشرہ کی حفاظت

معاشرہ کو فواحش ومنکرات سے بچانے اور پاکیزہ بنانے کے لئے اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایک شخص بالغ ہونے کے بعد اپنے حالات کا جائزہ لے کر اس بات کی کوشش کرے کہ جلد از جلد رشتۂ نکاح سے اپنے آپ کو وابستہ کرلے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"من استطاع منكم الباءة، فليتزوج، فانه أغض للبصر، وأحصن للفرج" (بخاری كتاب النكاح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من استطاع: ۲، ۵۰۶۶/۷۵۸)

تم میں سے جو شخص (مالی) استطاعت رکھتا ہو اس کو نکاح کرلینا چاہئے؛ کیونکہ نکاح نگاہ کو پست کرنے والا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین پر اولاد کے حقوق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"من وُلِدَ له ولد، فليحسن اسمه، وادبه، فاذا بلغ، فليزوجه، فان بلغ، ولم يزوجه، فاصاب اثما، فانما إثمه على أبيه۔ (رواه البيهقی فی

شعب الایمان باب حقوق الاولاد، رقم: ۸۲۹۹)
جس شخص کی اولاد پیدا ہو، اس کو چاہئے کے اچھا نام رکھے، اس کی تعلیم وتربیت کا انتظا
م کرے اور جب بالغ ہو جائے، تو اس کی شادی کر دے، اگر بالغ ہو گیا اور اس کی
شادی نہیں کی اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گیا، تو اس کا گناہ اس کے والدین پر ہوگا۔

اگر شریعت کی ہدایت کے مطابق وقت پر نکاح کر دیا جائے، تو معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائی، بے راہ روی اور اخلاقی قدروں کی پامالی ختم ہوسکتی ہے۔

ہمارے معاشرہ میں بسا اوقات شادی کو اچھی نوکری اور اچھی آمدنی کے انتظار میں مؤخر کر دیا جاتا ہے؛ حالانکہ اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو کھانا، کپڑا اور رہائش کے لئے کمرہ دینے کی صلاحیت رکھتا ہو، تو اس کو نکاح کر لینا چاہئے۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ مزید مالی وسعت بھی عطا فرمائیں گے۔

نیز لڑکیوں کے رشتہ میں بھی لڑکے کی مالداری اور بہتر نوکری والے لڑکے اور خوش حال گھرانے کے انتظار میں نکاح میں تاخیر عام بات ہوگئی ہے؛ حالانکہ اسلام دینداری اور بیوی کے اخراجات کی تکمیل کی قدرت پر نکاح کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

نکاح میں تاخیر کے اسباب

۱۔ جہیز کی تیاری

جہیز ان تحائف اور ضروریاتِ زندگی کے سامان کا نام ہے جس کو والدین اپنی لڑکی کی رخصتی کے وقت لڑکی کے لئے دیا کرتے ہیں، اپنی وسعت کے موافق ضروری سامان، نمائش ومطالبہ کے بغیر دینا شرعًا جائز ہے۔

اگر والدین بخوشی اپنی لڑکی کو شادی کے موقع پر کچھ ضروری سامان دیں، یہ ممنوع نہیں ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہؓ کو عقدِ نکاح کے وقت دو چکیاں، پانی کے لئے دو مشکیزے اور چمڑے کا گدا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی دینا، (مسند احمد، مسند علی: ۸۱۹) اسی قبیل سے تھا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیگر صاحبزادیوں کے لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ کچھ دینے کا انتظام فرمایا تھا۔

چنانچہ بدر کے موقع پر حضرت زینبؓ کے شوہر گرفتار ہوئے، جو اس وقت اسلام نہیں لائے تھے، حضرت زینبؓ نے ان کی رہائی کے لئے وہ ہار بھیجا جو نکاح کے موقع پر حضرت خدیجہؓ نے ان کو عطا کیا تھا۔(ابوداؤد باب فداء الاسیر بمال ۱/۳۶۷)

اس حدیث سے نکاح میں والدین کی طرف سے بیٹی کے لئے سامان دینے کی تائید ثابت ہوتی ہے۔(مستفاد: از کتاب النوازل ۸/۴۳۵)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں:

جہیز جو در حقیقت اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے، فی نفسہ امر مباح ؛ بلکہ مستحسن ہے، اگر خدا کسی کو دے، تو بیٹی کو خوب جہیز دینا برا نہیں ؛ مگر طریقہ سے ہونا چاہئے جو لڑکی کے کچھ کام بھی آئے۔

جہیز میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئے:

(۱) اول اختصار یعنی گنجائش سے زیادہ کوشش نہ کرے۔

(۲) دوم ضرورت کا لحاظ کرے یعنی جن چیزوں کی سر دست ضرورت واقع ہو، وہ دینا چاہئے۔

(۳) اعلان نہ ہو؛ کیونکہ یہ تو اپنی اولاد کے ساتھ صلہ رحمی ہے دوسروں کو دکھلانے کی کیا ضرورت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے تینوں امر ثابت ہیں۔(اسلامی شادی:۱۱۹ بحوالہ اصلاح الرسوم)

مروجہ جہیز کی خرابیاں

موجودہ زمانہ میں جس طریقہ سے جہیز کا رواج چلا ہے، وہ شرعًا ناجائز اور اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے کہ اس معاشرتی بگاڑ نے غریب والدین کے لئے بچیوں کا نکاح وبالِ جان بنا دیا ہے۔

☆ لڑکے والوں کی طرف سے بے شرمی کے ساتھ نقد رقم، سواریاں اور قیمتی اشیاء کی مانگ، شریف سمجھے جانے والوں کا اشاروں میں یا دوسروں کے توسط سے مذکورہ چیزوں کا مطالبہ کرنا اور دینے پر مجبور کرنا، فقہاء نے اس کو رشوت قرار دے کر حرام کہا ہے۔

☆ جہیز زیادہ مقدار میں نہ دینے پر سسرال میں لڑکی کو حقارت کی نظر سے دیکھنے

اور طعنہ دینے کے خوف سے اپنی وسعت وطاقت سے زیادہ دینے کی کوشش میں سودی قرضوں میں مبتلا ہونا؛ حالانکہ یہ بھی حرام ہے۔

☆ جہیز نہ دینے کی بنا پر طعنہ زنی، مار پیٹ بسا اوقات قتل کی نوبت تک معاملہ کا پہنچنا۔

☆ صلہ رحمی کے بجائے ریاء ونا موری، شہرت وتفاخر اور رسم کی پابندی کا مقصود ہو جانا۔

☆ جہیز میسر نہ ہونے کی وجہ سے غریب لڑکیوں کو لمبی عمر تک بلا نکاح کے بٹھائے رکھنا جو کہ لڑکیوں پر سراسر ظلم ہے۔

☆ غریب والدین کا اپنی لڑکیوں کے لئے سامانِ جہیز میسر نہ ہونے کی وجہ سے ذہنی اذیتوں میں مبتلا ہونا اور در در کی ٹھوکریں کھا کر سامانِ جہیز جمع کرنے پر مجبور ہونا۔

(مستفاد از: آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶ / ۷ ۲۴)

لہٰذا ان مفاسد پر جو جہیز مشتمل ہوگا، وہ ناجائز ہے۔

۲۔ فضول خرچی

جن چیزوں میں قوم کا بے پناہ سرمایہ صرف ہو رہا ہے، ان میں ایک خاص چیز شادی ہے، منگنی سے لیکر ولیمہ تک رسومات، آپس میں تحائف کا لین دین، عمدہ فنکشن ہال اور ان کی تزئین پر جس قدر خطیر رقم خرچ کی جا رہی ہے، وہ کسی عقل مند انسان سے مخفی نہیں ہے، اگر ان رقومات کو اس بے جا اسراف سے بچا کر دینی امور، معاشرہ کی فلاح وبہبود اور اپنے خاندان کے کمزور افراد کو خود کفیل بنانے میں صرف کی جائے، تو کتنا ہی اچھا ہوتا!

غریب طبقہ؛ بلکہ مالدار طبقہ بھی ان بے سود اور ناجائز خواہشات کو پورا کرنے کے لئے سودی قرضے میں مبتلا ہو جاتا ہے؛ حالانکہ اسلام نکاح کو سادگی سے انجام دینے اور اس میں حتی الامکان کم سے کم مال خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤونة“۔ (شعب الایمان: ۶۱۴۶)

سب زیادہ سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں سب سے کم خرچ کیا جائے۔

نکاح میں دو خرچ ہیں (۱) مہر کا خرچ (۲) ولیمہ کا خرچ

مہر جو دولہا دلہن کو نکاح کے عوض پیش کرتا ہے، ولیمہ بقدر استطاعت، وہ بھی دولہا کے ذمہ ہے، لڑکی اور لڑکی کے ذمہ داروں پر کسی بھی قسم کا مالی خرچ نہیں ہے؛ لیکن ہمارے معاشرہ میں لڑکی کا نکاح مالی اخراجات کے بوجھ سے سببِ زحمت بن چکا ہے؛ حالانکہ لڑکی سببِ رحمت ہے۔

۳۔ تعلیم کے لئے نکاح میں تاخیر

لڑکے کے لئے نکاح کی مناسب عمر پچیس سال اور لڑکی کے لئے اٹھارہ سال ہے، بعض لوگ نکاح کی مناسب عمر مکمل ہوجانے کے بعد بھی نکاح میں تاخیر کرتے ہیں تاکہ مخصوص ڈگریاں حاصل ہوجائیں کہ اچھی نوکری ملے گی، کچھ رقم محفوظ ہوجائے تاکہ شادی کی فضول تقریبات کے لئے کام آئے، یا بہتر نوکری مل جائے تاکہ کسی مالدار لڑکی سے رشتہ ہوجائے وغیرہ۔

لڑکی والے بھی تعلیم کا بہانہ بنا کر مناسب عمر پوری ہوجانے کے بعد بھی نکاح میں تاخیر کرتے ہیں، ڈگری مل جائے، تو اچھے رشتے مل سکتے ہیں، ورنہ تعلیم یافتہ لڑکوں کے رشتے نہیں آتے، اگر اعلیٰ تعلیم کا مقصد حصولِ معاش ہو۔

یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے کسی بھی مرحلہ میں عورت پر مالی ذمہ داریاں نہیں رکھی ہیں، عورت کا نفقہ باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے پر رکھا ہے، عورت کو گھر سے باہر نکل کر روزی حاصل کرنے کا مکلف نہیں بنایا ہے۔

اگر اعلیٰ تعلیم سے مقصود مالدار لڑکوں کی تلاش ہے، تو یہ بھی شریعت کی رہنمائی کے خلاف ہے کہ شریعت نے دین اور حسنِ اخلاق کو رشتوں کے انتخاب کے لئے معیار بتایا ہے، محض حصولِ معاش اور مالداروں سے رشتہ کو بنیاد بنا کر اعلیٰ تعلیم جاری رکھنے کے لئے مخلوط تعلیمی نظام، بے پردگی، نیم عریانیت اور گھر سے کالج کی طرف آمد ورفت لڑکیوں کی عفت، عزت وآبرو کے لئے سمِ قاتل ہے۔

البتہ زندگی کے بعض مخصوص شعبے ہیں جن میں عورتوں کی خدمات ہی ضروری ہیں، اس طرح کی اعلیٰ تعلیم نکاح کے بعد بھی جاری رکھی جاسکتی ہے، نکاح کے بعد تعلیم جاری رکھنا

عورت کی عزت وآبرو کی حفاظت وعصمت کے لئے زیادہ بہتر اور محفوظ راستہ ہے۔

لباسِ زندگی کا انتخاب

انسانی معاشرے کی داغ بیل ایک مرد اور ایک عورت سے پڑتی ہے، بچہ پیدا ہونے سے پہلے اپنی ماں کی کوکھ میں نشوونما پاتا ہے، پھر آغوشِ مادر میں آجانے کے بعد اس کی سب سے پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے، جہاں سے اس کی تربیت کا آغاز ہوتا ہے اور اس کے قلب ودماغ پر پہلی چھاپ ماں کی پڑتی ہے اور اسی اثر کو لے کر وہ زندگی کی آگے کی منزلیں طے کرتا ہے اور معاشرہ کا ایک فرد بن جاتا ہے۔

اس لئے صالح اور پاک صاف معاشرہ کی تعمیر کے لئے ضروری ہے کہ انسان نکاح کے لئے مال ودولت کو بنیاد بنانے کے بجائے صالحیت اور دینداری کو معیار بنائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے:

"تنكح المرأة لأربع :لمالها ،ولحسبها ،ولجمالها ،ولدينها، فاظفربذات الدين ۔(بخاری عن ابی هريرة كتاب النكاح باب الاكفاء في الدين ۲/۷۶۲،رقم ۵۰۹۰)

عورتوں سے چار باتوں کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال، حسب ونسب، خوبصورتی اور اس کی دینداری کی وجہ سے، تم دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کرو۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا:

"الدنيا متاع ،وخير متاع الدنيا المرأة الصالحة" ۔(مسلم كتاب الرضاع، باب استحباب النكاح ذات الدين ۲/۴۷۴، رقم:۲۶۶۸)

دنیا سامان ہے اور کائنات کا بہترین سامان جس سے فائدہ حاصل کیا جائے نیک عورت ہے۔

ان احادیث سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام میں حسن وجمال، حسب ونسب اور مال ودولت کے بجائے نیکی، دینداری اور حسنِ اخلاق مقصود ہے۔

لڑکوں کے انتخاب سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"إذاخطب إليكم من ترضون دينه، وخلقه، فزوجوه ،الاتفعلوه، تكن فتنة فی الارض ،وفسادعريض"۔(رواه الترمذی عن ابی هريرة كتاب النكاح ۱ /۲۰۷ رقم: ۱۰۸۴)

جب تمہیں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے (اپنی لڑکی، بہن وغیرہ سے متعلق) جس کی دینداری اور اخلاق تمہارے لئے قابلِ اطمینان ہوں، تو نکاح کردو، ورنہ زمین میں فتنہ وفساد پھیلے گا۔

میاں بیوی ایک دوسرے کے ہمہ وقتی رفیق ہیں، خوشی ہو یا غم، مسرت کے شادیانے بجیں، یا رنج والم کے تازیانے برسیں، ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہیں، اسی لئے قرآن مجید نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لئے لباس قرار دیا ہے۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ (البقرۃ:۱۸۷)

یہ ایک ایسی اچھوتی اور البیلی خوب صورت اور معنی خیز تعبیر ہے کہ ازدواجی زندگی کے تعلق کو اس سے بہتر تعبیر میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

دین دار اور شریف میاں بیوی کی مثال موزوں اور موسم کے نشیب وفراز میں کام آنے والے لباس کی سی ہے؛ کیونکہ تمام نیکیوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کا خوف اور تمام برائیوں کی اساس خدا سے بے خوفی ہے۔ جس شخص کے دل میں دین راسخ نہ ہو اور جس کا سینہ خدا کے خوف سے لبریز نہ ہو، اس کا معاملہ اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ بھی بہتر نہیں ہوسکتا، اسی لئے ایک دین دار شوہر اور دین دار بیوی ایک دوسرے کے ساتھ جس طرح حسنِ سلوک کا معاملہ کر سکتے ہیں، بے دین شخص سے اس کی امید نہیں کی جا سکتی۔

اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی بنیاد پر رشتہ کے انتخاب کو ظفر مندی اور کامیابی کا ضامن قرار دیا ہے، کامیابی کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی، پس دنیا میں بھی کامیاب ازدواجی زندگی کا مدار دین دار اور بااخلاق رفیق حیات کے انتخاب پر ہے، میاں بیوی کی صالحیت اولاد پر اثر انداز ہوتی ہے اور ان کے خاندان میں بھی علم

اور دین داری کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

سیرت وتاریخ کی کتابوں میں حضرت عمر بن خطاب ؓ کا انتخابِ بہو اور سعید بن المسیب کا انتخابِ داماد والے واقعات بالتفصیل مذکور ہیں، اگر گھر میں دین دار بہو آئے گی، اسلامی اخلاق کا حامل داماد آئے گا، تو گھر میں دین کا چلن پیدا ہوگا، محبتوں کی فضاء قائم ہوگی، نماز روزہ کا ماحول بنے گا، گانوں کی آواز کے بجائے تلاوتِ قرآن کی آواز گونجے گی۔ ان شاء اللہ۔ پورا گھر جنت نشاں بن جائے گا۔

ورنہ ممکن ہے کہ ظاہری اسبابِ آرائش گھر میں آجائیں؛ لیکن دین رخصت ہوجائے، زندگی ایثار ومحبت کے بجائے باہمی کدورت اور خودغرضی پر مبنی ہوجائے اور بوڑھے ماں باپ ایک بوجھ بن جائیں، اس کی مثالیں آج معاشرہ وسماج میں تلاش کیے بغیر ملتی ہیں۔ (شمع فروزاں: ۲۰۵)

لباسِ زندگی کا انتخاب اور سرپرستوں کی رضامندی

نکاح ایک ایسا قابلِ احترام ومقدس رشتہ ہے جس کی وسعت کا دائرہ صرف میاں بیوی تک محدود نہیں رہتا؛ بلکہ اس کا تعلق میاں بیوی کے دونوں خاندانوں سے متعلق ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بالغہ لڑکی خود اپنا نکاح کرلے، تو شریعت اولیاء کو فسخ کرانے کی اجازت دیتی ہے؛ کیونکہ ہر قسم کا رشتہ افرادِ خاندان کو پسند نہیں ہوتا، بعض رشتوں سے خاندان کو عار وشرم لاحق ہوتی ہے، اس لئے لڑکے کا رشتہ ہو، یا لڑکی کا افرادِ خاندان اور بزرگوں کی رضامندی سے کرنا چاہئے۔

اگر یہ لوگ ناراض ہوں، تو خاندان کی طرف سے میاں بیوی کو کسی بھی قسم کا تعاون، ہمدردی اور محبتیں حاصل نہیں ہوں گی، اس کا خمیازہ خود میاں بیوی ہی کو بھگتنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا (الفرقان: ۵۴)

اللہ نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور اس کے لئے نسبی اور سسرالی رشتے بنائے۔

رشتہ ءنکاح میں لڑکے کی رائے کا بھی لحاظ

رشتہ ءنکاح میں جس طرح لڑکے کو اپنے بزگوں کا احترام اوران کے تجربات سے استفادہ اوران کے انتخاب پرراضی رہنا چاہئے ،اسی طرح والدین اورخاندانی بزرگوں کو چاہئے کہ وہ رشتہ کے سلسلہ میں لڑکے کی رائے اورجذبات کالحاظ کریں۔

چونکہ موجودہ دورمیں اسکول ،کالج اوریونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم ہوتی ہے اورملازمت کی جگہوں میں مخلوط معاشرہ ہوتاہے ،اس ماحول میں لڑکوں کے اجنبی لڑکیوں سے تعلقات ہوجاتے ہیں اوروہ انہیں سے نکاح کاارادہ کرلیتے ہیں ،بسااوقات والدین لڑکے کے ان جذبات کالحاظ کئے بغیراس کومجبورکرکے اپنی پسنداوراس کی ناپسند کی جگہ نکاح کردیتے ہیں ،لڑکا بادل ناخواستہ نکاح کرلیتاہے۔

چونکہ اس کی مرضی کانہیں ہواہے ،اس وجہ سے وہ بیوی سے محبت نہیں کرتا،اس کے حقوق کوادانہیں کرتا،اس کی طرف بالکل توجہ بھی نہیں کرتااورکبھی والدین سے الجھتا ہے اورکبھی بیوی سے ،بیوی کوطعنہ دیتاہے ،لوگوں کے سامنے اس کی برائیاں اوروالدین کی شکایت کرتے پھرتاہے اوراس کے ساتھ زندگی گزارنے کواپنے والدین کی خواہش اوران کی پسند کا حوالہ دے کراحسان جتلاتاہے اوربیوی ایک مظلومہ بن کرساس وسسر کے رحم وکرم پرزندگی گزارنے پرمجبورہوتی ہے ،وہ خلع کا مطالبہ کرے گی یا شوہراس کواپنے نکاح سے جداکردے گا ،یہ تمام پریشانیاں شوہر بننے والے اورلڑکی کے ساتھ زندگی گزارنے والے لڑکے کی رائے اورخوشی کالحاظ نہ کرنے سے پیداہوتی ہیں۔

نکاح اورلڑکی کی رضامندی

لڑکیاں مردوں کے احوال وکوائف سے ناواقف اوراورامورِنکاح سے ناتجربہ کارہوتی ہیں ،اس لئے اسلام اس بات کی ترغیب دیتاہے کہ نکاح جیسے اہم معاملہ کوخودسے طے نہ کریں ؛بلکہ ان کا کوئی ولی وسرپرست اس کوانجام دے؛البتہ اولیاءوسرپرستان کے لئے ضروری ہے کہ جس لڑکے کومنتخب کریں اس کانام اوراس کی شخصیت اس طرح بیان کریں کہ وہ لڑکے کواچھی طرح پہچان لے ،اس کے بعدلڑکی کواختیار ہے کہ وہ رشتہ کوقبول کرے یاردکردے۔

اگر لڑکی کی رضامندی معلوم کئے بغیر نکاح کر دیا گیا، تو تفصیلات معلوم ہونے کے بعد نکاح کو باقی رکھنے اور ختم کرنے کا لڑکی کو اختیار حاصل ہوگا۔

اگر لڑکی کی رضامندی وخوشی کے بغیر نکاح کر دیا جائے، تو وہ نکاح پائیدار نہیں رہ سکتا ہے، نیز لڑکی پر زیادتی اور اور اس کے جائز حق کی حق تلفی ہوگی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

ایک نوجوان لڑکی میرے پاس آئی اور اس نے کہا: میرے ابا نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کر دیا ہے تا کہ اس کی کم حیثیتی کو دور کر دے؛ حالانکہ مجھے یہ رشتہ منظور نہیں تھا ،حضرت عائشہؓ نے فرمایا: انتظار کرو آپ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔

جب آپ علیہ السلام تشریف لائے، تو اس لڑکی نے سارا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ علیہ السلام نے اس کے والد کو بلا بھیجا اور لڑکی کو اختیار دیا: تم چاہو، تو نکاح کو فسخ کر سکتی ہو، چاہو تو والد کے کئے ہوئے نکاح کو باقی رکھ سکتی ہو۔

لڑکی نے عرض کیا: میں اپنے والد کے کئے ہوئے نکاح کو باقی رکھوں گی؛ لیکن میں نے چاہا کہ عورتوں کو بتادوں کہ ہمارا حق کیا ہے؟ اور ہمارے متعلق ہمارے آباء کو کس قدر اختیار حاصل ہے؟ (جو رشتہ ہمیں منظور نہیں اس کے متعلق زبردستی نہیں کر سکتے) (السنن الکبری للنسائی باب البکر یزوجھا ابوھا وھی کارھۃ ۲/ ۶۴ رقم: ۵۳۶۹، ابن ماجہ باب من زوجہ ابنتہ وھی کارھۃ: ۱۳۵ رقم: ۱۸۷۴)

حضرت ابوسلمۃؓ فرماتے ہیں:

ایک عورت (جس کے شوہر کی شہادت ہو چکی تھی) وہ اپنے دیور سے نکاح کرنا چاہتی تھی، اس عورت کے والد نے ایک اچھے اور بھلے آدمی سے اس کا نکاح کر دیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے بچوں کے چچا سے نکاح کرنا چاہتی تھی تا کہ میں اپنے بچوں کے ساتھ رہوں؛ لیکن میرے والد نے دوسری جگہ میرا نکاح کر دیا ہے۔

آپ علیہ السلام نے اس کے والد کو بلایا اور دریافت فرمایا: کیا تم نے اپنی بچی کی

مرضی کے بغیر نکاح کر دیا ہے؟ انہوں نے کہا: جی یارسول اللہ! آپ علیہ السلام نے (نکاح فسخ فرما دیا) اور فرمایا: جاؤ جہاں چاہو، وہاں نکاح کر لو۔ (مصنف عبدالرزاق، باب ما یکرہ من النکاح فلا یجوز ۶/ ۱۱۷ رقم: ۱۰۳۰۳ دار الکتب العلمیہ)

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بالغہ لڑکی ان بیاہی ہو یا بیاہی والدین اس کی مرضی کے بغیر اس کی ناپسند کی جگہ نکاح نہیں کر سکتے۔

لہٰذا موجودہ زمانہ میں بے پردگی مخلوط تعلیم اور اخلاقی بگاڑ کی بنا پر بہت ساری لڑکیوں کی اپنی پسند ہوتی ہے، اگر ان کی پسند کی جگہ مناسب وموزوں ہو، تو اسی جگہ ان کا نکاح کر دینا بہتر ہے تاکہ نکاح پائیدار رہ سکے، اگر مناسب نہ ہو، تو ان کو سمجھایا جائے، نقصانات بتائے جائیں اور ذہن سازی کی جائے؛ مگر زبردستی نکاح کر دینا مناسب نہیں ہے، زبردستی نکاح کر دینے کی صورت میں نکاح کے بعد لڑکیوں سے بہت سارے بداخلاقی کے واقعات ہمارے معاشرہ میں پیش آتے رہتے ہیں۔

مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت

انسان جب کسی چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ پہلے اس کو دیکھ لے؛ کیونکہ دیکھنے کے بعد سوچنے اور سمجھنے کا موقع ملتا ہے، اسلام نے انسان کی اس فطرت کا صرف لحاظ ہی نہیں؛ بلکہ حکم دیا ہے کہ اگر تم کسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتے ہو، تو پہلے اس لڑکی کے اخلاق وکمالات اور اس کی خاندانی شرافت سے متعلق تحقیق کر لو۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم کسی عورت کو پیغامِ نکاح دو اور تم اس چیز کو دیکھ سکو جو تمہارے لئے اس سے نکاح کا باعث بن جائے، تو دیکھ لو۔ (ابوداؤد، باب الرجل ینظر الی المرأۃ ۱/ ۲۸۴)

لڑکا خود اپنی آنکھوں سے دیکھے یا کسی معتمد عورت کے ذریعے معلوم کر لے، اس سے بڑی حد تک اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے۔

لڑکی کا پیام دینے والے کو دیکھنا

جس طرح مرد کے لئے مخطوبہ کو دیکھنے کی اجازت ہے، اسی طرح عورت کے لئے بھی

پیام دہندہ مرد کو دیکھنے کی گنجائش ہے۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے:

”آپس میں نکاح کرنے والوں کو ایک دوسرے کو دیکھ لینا چاہئے۔۔۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

”عورت کو بہ درجہء اولی (پیغام دینے والے مرد) کو دیکھ لینا چاہئے، اس لئے کہ مرد کے لئے گنجائش ہے کہ بیوی پسند نہ آئے، تو اس کو طلاق دے کر علاحدگی حاصل کر لے؛ مگر عورت کے لئے اس کی بھی گنجائش نہیں“۔

”بل هي اولى منه في ذالك لانه لا يمكنه مفارقة من لا يرضاها بخلافه“۔

(ردالمحتار ۵/ ۲۳۷)

تاہم ظاہر ہے کہ نکاح سے پہلے مرد کا عورت کو یا عورت کا مرد کو دیکھنا محض نکاح کی نیت سے ہونا چاہئے، تکمیلِ ہوس مقصود نہیں ہونا چاہئے۔

مخطوبہ کو دیکھنے کے اصول و احکام

(۱) نکاح کا ارادہ ہو جانے کے بعد اور پیامِ نکاح سے پہلے ہی دیکھ لے، پیام دینے کے بعد رشتہ چھوڑنے میں لڑکی کی ایذا رسانی ہے۔

(۲) اگر لڑکی پسند نہ آئے، تو سکوت اختیار کرے اور دوسروں کے سامنے اس کا اظہار نہ کرے؛ کیونکہ اس میں عیب بھی ہے اور ایذائے مسلم بھی۔

(۳) نکاح کا پختہ ارادہ نہ ہو، محض سرسری خیال کے تحت لڑکی کو دیکھنا مناسب نہیں۔ (لہٰذا جس لڑکی سے پیام کے قبول ہونے کی امید نہ ہو، اس لڑکی کو دیکھنا ہرگز مناسب نہیں ہے)

(۴) بہتر ہے کہ مخطوبہ کو اس طرح دیکھے کہ اس کو پتہ نہ چلے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

”میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا اور اس کو چھپ کر دیکھا“۔ (ابوداؤد ۲/ ۲۸۴ رقم: ۲۰۸۲)

یہ طریقہ اس لئے بہتر ہے کہ اگر رشتہ منظور نہ ہو، تو لڑکی کی دل شکنی نہیں ہوگی، اگر علم

واطلاع کے ساتھ دیکھنے کے بعد رشتہ نامنظور ہوجائے، تو تکلیف کا باعث ہوگا اور نفسیاتی اثر مرتب ہوسکتا ہے۔

(۵) مخطوبہ کو صرف دیکھنا جائز ہے، چھونا جائز نہیں ہے کہ وہ اجنبی عورت ہے۔

(٦) ایک بار دیکھنا کافی ہوجائے، تو دوسری نظر ڈالنا جائز نہیں ہے۔

(۷) مخطوبہ کا صرف چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھ سکتا ہے۔

(قاموس الفقہ ۳/ ۳۵۴ تا ۳۵٦ باختصار)

بعض خاندانوں میں مخطوبہ کو دکھانا عیب سمجھا جاتا ہے، بعض لوگ مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر ساری بارات کے لئے مخطوبہ کو دکھانے کا انتظام کرتے ہیں، یہ دونوں باتیں کتاب وسنت کی تعلیمات کے سراسر خلاف اور شریعت کے مزاج ومذاق کے مغائر، نیز سلف صالحین کے اجماع واتفاق کے برخلاف ہیں۔

نکاح کا مسنون طریقہ

جب طرفین نکاح کے لئے آمادہ ہوں، تو مسجد میں کسی نماز کے بعد مجلسِ نکاح منعقد کی جائے، اس لئے کہ مسجد نزولِ رحمت وبرکت کی جگہ ہے، ملائکہ، نیک اور متقی لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے، نکاح کے بندھن میں بندھنے کے وقت دولہا ودلہن دعاؤں کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں، یہ سب باتیں مسجد میں حاصل ہوتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أعلنوا هذا النكاح، واجعلوه في المساجد"۔ (رواه الترمذي عن عائشة، باب ماجاء في اعلان النكاح: ۱، ۱۰۸۹/ ۲۰۷)

نکاح کا اعلان کرو اور مسجدوں میں نکاح کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ماہِ شوال میں نکاح فرمایا، حضرت عائشہ کی رخصتی بھی ماہ شوال میں ہوئی، حضرت عائشہؓ کی خواہش وتمنا ہوتی تھی کہ اپنے خاندان کی لڑکیوں کا نکاح ورخصتی ماہ شوال میں ہو۔ (ترمذی باب ماجاء فی الاوقات التی یستحب فیها النکاح ۱/ ۲۰۷)

اس لئے علمائے کرام نے فرمایا کہ شوال کے مہینہ میں نکاح کرنا مستحب ہے۔
نکاح کے بعد حاضرین زوجین کو دعائیں دیں اور مبارک بادی دیں۔
حضرت ابو ہریرۃ ؓ فرماتے ہیں:
جب کسی شخص کا نکاح ہوتا، تو آپ علیہ السلام اس کو اس طرح دعاء دیتے تھے:
"بارک اللہ لکما، وبارک علیکما، وجمع بینکما فی خیر"۔ (ترمذی کتاب النکاح، باب ماجاء فی التھنیۃ للمتزوج ۱/۲۰۷)
اللہ تمہارے لئے برکت عطا فرمائے اور تم لوگوں کو بھلائی کے ساتھ جمع فرمائے۔

ولیمہ

نکاح کے بعد دعوت دینے اور کھانا کھلانے کو ولیمہ کہتے ہیں، مرد کو اللہ تعالیٰ نے بیوی کی شکل میں ایک قیمتی نعمت عطا فرمائی ہے، اس نعمت پر خوشی ومسرت اور شکر کے اظہار کے لئے ولیمہ سنت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نکاح کے موقع پر اس وقت کے حالات کے اعتبار سے ولیمہ فرمایا ہے، آپ نے ادنیٰ درجہ کا ولیمہ "کھجور" و "پنیر" سے فرمایا ہے اور سب سے اعلیٰ درجہ کا ولیمہ بکری کا گوشت اور روٹی سے فرمایا ہے، ولیمہ اپنی وسعت وحیثیت کے موافق کرنا مستحب ہے، ولیمہ کی دعوت میں رشتہ دار، دوست واحباب، پڑوس اور اہل محلہ کو دعوت دی جائے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف ؓ مالدار صحابی تھے، اس لئے آپ علیہ السلام نے آپ سے فرمایا:

"أولم ولو بشاۃ"۔ (رواہ البخاری عن انس ۲/۷۷۷، ۲۰۴۹)
ولیمہ کرو اگر چہ ایک ہی بکری سے ہو۔

میاں بیوی کے حقوق

شریعت میں جن اعزہ اور رشتہ داروں کے حقوق زیادہ ہیں ان میں سے شوہر وبیوی بھی ہیں؛ چونکہ پورا خاندانی نظام ازدواجی رشتہ ہی سے متعلق ہے، اسی سے خاندان کی تشکیل ہوتی ہے اور خاندان کا دائرہ وسیع ہوتا ہے۔

زوجین کے سلسلے میں شریعت کا عمومی نقطۂ نظر یہ ہے کہ ان کے درمیان مالک ومملوک اور آقا و باندی کی نسبت نہیں؛ بلکہ وہ ایک معاملہ کے دو فریق اور زندگی کے دو رفیق ہیں؛ البتہ قدرتی طور پر ان کی صلاحیتیں مختلف ہیں، بعض صلاحیتیں مردوں میں ہیں، عورتوں میں نہیں اور بعض صلاحیتیں عورتوں میں ہیں جن سے مرد محروم ہیں۔

اسی صلاحیت کے اعتبار سے اسلام نے دونوں کے دائرۂ کار کو تقسیم فرمایا ہے کہ گھر کے باہر کی ذمہ داریاں مرد پورا کریں گے اور گھر کے اندر کی ذمہ درایاں عورتیں پوری کریں گی، نیز شوہر کی حیثیت خاندان کے سربراہ اور محافظ و منتظم کی ہے، اسی کو قرآن مجید نے ''قوام'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، اس میں مرد کے لئے بھی عافیت ہے اور عورت کے لئے بھی اور اسی میں خاندانی نظام کا بقاء بھی ہے۔

شوہر کے حقوق

۱۔شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری

شوہر کا پہلا حق اطاعت وفرمانبرداری ہے، قرآن مجید نے ''فالصالحات قانتات'' سے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس کو بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایما امرأة ماتت، وزوجها راض عنها دخلت الجنة۔(رواہ الترمذی عن ام سلمة، باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأة ۱، ۱۱۶۱/۲۱۹،والحاکم واقرہ الذھبی:۷۳۲۸)

''جس عورت کو اس حال میں موت آئے کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو، تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

(الف) اگر شوہر کسی خلافِ شرع کام کا حکم دے، اس میں شوہر کی اطاعت جائز نہیں ہے، جیسے غیر محرم کے سامنے بے پردہ ہونا وغیرہ۔

(ب) جو باتیں شریعت کے خلاف نہیں ہیں اور شوہر کو اس کے مطالبہ کا حق بھی نہیں ہے، ان میں شوہر کی اطاعت کی جاسکتی ہے؛ لیکن واجب نہیں ہے، جیسے عورت کی مملوکہ اشیاء و جائداد میں تصرف کرنا۔

(ج) جن باتوں کا شریعت نے حکم دیا ہے، جیسے نماز روزہ وغیرہ یا جو باتیں شوہر کا عورت پر حق کا درجہ رکھتی ہیں، جیسے شوہر کے تقاضہء طبعی کی تکمیل بشرطیکہ کوئی شرعی یا طبعی مانع موجود نہ ہو، ان امور میں شوہر کی اطاعت بیوی پر واجب ہے۔

۲۔گھر کی نگرانی اور حفاظت

شوہر کا دوسرا حق یہ ہے کہ بیوی اس کے گھر کی نگرانی اور حفاظت کرے، اس حفاظت ونگرانی میں بچوں کی تربیت، شوہر کے مال وجائداد کی حفاظت اور خود اپنی عفت و پاکدامنی کا تحفظ داخل ہیں، اللہ تعالیٰ نے ''**حافظات للغیب بما حفظ اللہ**'' کہہ کر اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''كلكم راع، و كلكم مسوؤل عن رعيته۔۔۔و المرأة راعية فى بيت زوجها، و مسؤولة عن رعيتها''۔(رواه البخارى عن ابن عمر، باب الجمعة فى القرى: ١، ٨٩٣/١٢٢)

تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور اپنی زیر نگرانی چیزوں کی بابت جواب دہ ہوگا۔۔۔عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس سے اس کی ماتحت چیزوں سے متعلق سوال کیا جائے گا۔

۳۔شوہر کے گھر میں قیام

شوہر کا بنیادی حق ''حقِ حبس'' (شوہر کے گھر میں ٹھہرے رہنا) ہے یعنی شوہر کی اجازت کے بغیر عام حالات میں عورت اس گھر سے باہر نہیں نکل سکتی جو اسے بطور رہائش گاہ کے دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی (الاحزاب: ۳۳)
اے امہات المومنین! اپنے گھروں میں ٹھہری رہواور زینت کے ساتھ باہر نہ نکلا کرو جیسے زمانہء جاہلیت میں نکلا کرتی تھیں۔

مجبوری کی صورتیں مستثنیٰ ہیں، مثلاً بیوی کے والدین شدید بیمار ہیں اور کوئی ان کا تیماردار نہیں ہے، تو شوہر کی ممانعت کے باوجود عورت کے لئے والدین کی تیمارداری کے لئے جانا جائز ہے۔

میکہ جانا

فقہاء نے لکھا ہے: شوہر کو چاہئے کہ وہ وقتاً فوقتاً بیوی کو اس کے والدین اور رشتہ داروں سے ملاقات کے لئے لے جائے، یا جانے کی اجازت دے، کتنے دنوں میں جانے کی اجازت دی جائے؟ اس میں عرف ورواج کا اعتبار ہوگا؛ البتہ شوہر کی طرف سے اجازت نہ ہونے کی صورت میں بلا اجازت والدین سے ہفتہ دو ہفتہ میں ایک مرتبہ اور دیگر محرم رشتہ داروں سے سال میں ایک مرتبہ ملاقات کے لئے جاسکتی ہے۔

میکہ میں قیام

جتنے دن شوہر بخوشی میکہ میں ٹہرنے کی اجازت دے، یا جتنے دن ٹہرنے کا عمومی عرف ورواج ہو، اتنے دن میکہ میں قیام کرسکتی ہے، جو عورت شوہر کی اجازت ومرضی کے بغیر بلا کسی جائز حق اور عذر کے میکہ چلی جائے، یا میکہ میں شوہر کی مرضی وعمومی رواج کے مدت سے زیادہ ٹہری رہے، وہ عورت ناشزہ (نافرمان) سمجھی جائے گی اور گنہگار ہوگی اور جتنا عرصہ میکہ میں گزارے گی، اس مدت کے خرچ کی بھی وہ حق دار نہیں ہوگی۔ (مستفاد از: قاموس الفقہ ۵/ ۲۰۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نماز قبول نہیں فرماتے اور نہ ہی ان کی کوئی نیکی آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں:

(۱) بھگوڑا غلام یہاں تک کہ وہ اپنے آقا کے پاس لوٹ آئے۔

(۲) نشہ میں مست انسان جب تک کہ نشہ دور نہ ہو جائے۔

(۳) وہ عورت جس کا شوہر (شرعی عذر کی بنا پر) ناراض ہو یہاں تک شوہر خوش نہ ہو جائے۔ (صحیح ابن حبان ۱۲/ ۱۷۸ رقم: ۵۳۵۵، ابن خزیمہ باب نفی صلاۃ المرأۃ الغاضبۃ رقم: ۹۱۰)

حافظ ابن حجرؒ اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

اگر شوہر بیوی سے اس کی بداخلاقی، بے ادبی اور نافرمانی کی وجہ سے ناراض ہو، خواہ دن کا وقت ہو یا رات کا، جب تک شوہر بیوی سے خوش نہیں ہو جاتا، بیوی کے لئے یہ وعید باقی رہے گی۔ (فتح الباری باتت المرأۃ مھاجرۃ فراش زوجھا ۹/ ۲۴۳، مرقات باب الامامۃ ۳/ ۱۹۸)

نیز جو والدین اپنی شادی شدہ لڑکی کو شوہر کی مرضی اور جائز عذر کے بغیر گھر میں ٹھہرا لیتے ہیں، وہ بھی گنہگار ہونگے، اس طرح کی حرکتوں سے میاں بیوی کے درمیان نااتفاقیاں اور نفرتیں پیدا ہوتی ہیں اور جھگڑوں کا آغاز ہوتا ہے جو نہایت مضر ثابت ہوتا ہے۔

۴۔ اصلاح کے لئے بیوی کی تادیب وتنبیہ

شریعت نے بیوی کی اصلاح کے لئے شوہر کو تادیب وتنبیہ کرنے کا حق بھی دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ (النساء: ۳۴)

جن بیویوں سے تمہیں نافرمانی کا اندیشہ ہو، انھیں پہلے سمجھاؤ، اگر نہ سمجھیں، تو ان کے ساتھ بستر پر سونا چھوڑ دو، پھر بھی نہ سمجھیں، تو انہیں مارو، اگر تمہاری بات مان لیں، تو ان کے خلاف کوئی بہانہ (جدائی، پٹائی کا) تلاش نہ کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”فان فعلن ذالک، فاضربوھن ضربا غیر مبرح“۔ (رواہ مسلم عن جابر باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱، ۷۴۱/ ۳۹۷)

اگر بیویاں اطاعت نہ کریں تو ایسی مار مارو جو تکلیف دہ نہ ہو۔

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"ليس له أن يضربها فى التاديب ضربا فاحشا ،وهوالذى يكسرالعظم، أويخرق الجلد، اويسوده" ۔(ردالمحتار كتاب الحدود باب التعزير ۱۳۱/۶)

شوہر کے لئے ازراہِ تادیب نامناسب حد تک مار پیٹ جائز نہیں ہے، یعنی ایسی مار کہ ہڈی ٹوٹ جائے یا چمڑی پھٹ جائے، یا جلد سیاہ ہو جائے۔

کن امور میں تادیب کی جائے

(۱)۔شوہر کے لئے زینت اختیار نہ کرے۔

(۲) کسی شرعی یا طبعی عذر کے بغیر تقاضۂ طبعی کے لئے آمادہ نہ ہو۔

(۳) شوہر کی اجازت کے بغیر بلا عذر شرعی گھر سے نکل جائے۔

(۴) نماز ادا نہ کرنے پر تادیب کی بعض فقہاء نے اجازت دی ہے، بعض حضرات نے اس کو اللہ کا حق سمجھ کر شوہر کو تادیب کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔

ان امور کے علاوہ عورت کی طرف سے ہونے والی زیادتیوں جیسے شوہر کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آنا، غیر محرم کے سامنے جانا، شوہر کا کوئی قیمتی سامان کسی کو دینا، بچوں کو بہت مار پیٹ کرنا وغیرہ امور میں تادیب کی جاسکتی ہے۔

(۵) طلاق کا حق

شریعت نے شوہر کو ایک خصوصی حق ''طلاق'' کا بھی دیا ہے۔(جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں ذکر کی جائے گی)

(۶) میراث کا حق

بیوی کا انتقال ہو جائے اور بیوی مال چھوڑ کر جائے، تو دو صورتیں ہوں گی، بیوی کی کوئی اولاد زندہ ہو، تو شوہر کو بیوی کے مال میں سے ایک چوتھائی حصہ ملے گا، اگر بیوی کی کوئی اولاد نہ ہو، تو شوہر کو بیوی کے مال میں سے آدھا حصہ ملے گا، بقیہ دیگر شرعی وارثین کو ملے گا۔

بیوی کے اخلاقی واجبات

شوہر کے حقوق دراصل بیوی کے فرائض سے عبارت ہیں، اسلام نے عورتوں کے ذمہ کچھ

اخلاقی واجبات بھی رکھے ہیں، مثلاً اپنے بچوں کو دودھ پلانا، امورِ خانہ داری کو انجام دینا وغیرہ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ ؓ کو نصیحت فرماتے ہوئے خانگی امور کو تقسیم فرمایا ہے، حضرت علی ؓ باہر کے کام کاج انجام دیں گے اور حضرت فاطمہ خانگی امور انجام دیں گی، علماء نے فرمایا کہ روٹی پکانا، بستر لگانا، گھر میں جھاڑو دینا، پانی بھرنا اور دیگر گھریلو کام داخل ہیں۔
نیز حضرت اسماء بنت ابوبکر ؓ حضرت زبیر ؓ کی خوب خدمت کیا کرتی تھیں، پانی لانا، گھر کی صفائی کرنا، جانوروں کا خیال رکھنا وغیرہ جس کو علامہ ابن القیم جوزیؒ نے بالتفصیل بیان کیا ہے (ملخص از: زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، فصل فی حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی خدمۃ المرأۃ لزوجھا ۴/۹)
چنانچہ عہدِ نبوی اور خیر القرون کا معمول رہا ہے کہ خواتین گھر کی صفائی، ستھرائی اور پکوان وغیرہ کا کام انجام دیا کرتی تھیں، اس لئے کہ یہ امور شوہر کے اخلاقی حقوق میں داخل ہیں؛ البتہ شوہر گھریلو ضرویات کے لئے خادم رکھنے کی طاقت رکھتا ہو، تو عورت پر خانگی امور کو انجام دینا قانوناً واجب نہیں ہوگا۔ (مستفاد از قاموس الفقہ ۴/۱۰۸)

بیوی کے حقوق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (البقرۃ:۲۲۸)
عورتوں کا حق مردوں پر ویسے ہی ہے جیسے دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔
جس طرح شوہر کے حقوق بیوی پر ہیں، اسی طرح اور اسی قدر بیوی کے حقوق بھی شوہر کے ذمہ ہیں۔

(۱) مہر

اسلام میں میاں بیوی کے رشتہ کو ایک مقدس اور قابلِ احترام رشتہ قرار دیا گیا ہے، اسی لئے نکاح کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، نکاح کے ذریعہ زوجین کے لئے ایک دوسرے کی عصمت حلال ہوتی ہے، اس رشتہ کی اہمیت اور عصمتِ نسوانی کے احترام کے طور پر نکاح

کے ساتھ مہر کو رکھا گیا ہے۔

مہر عورت اور اس کی عصمت کی قیمت نہیں ہے؛ بلکہ شوہر کی طرف سے ایک تحفۂ احترام ہے جسے وہ اپنی رفیقۂ حیات کے لئے پیش کرتا ہے۔

مہر کا وجوب قرآن، حدیث اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

مہر: وہ مال ہے جو عقد نکاح کی وجہ سے عورت کے لئے مرد پر واجب ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص کسی عورت سے زیادہ یا کم مہر کے عوض نکاح کرے؛ لیکن مہر ادا کرنے کی نیت نہیں تھی اور اس کو دھوکہ دیدیا، تو قیامت کے دن اللہ سے زانی کی صورت میں ملاقات کرے گا''۔ (مجمع الزوائد عن میمون الکردی عن ابیہ، باب ماجاء فی الصداق: ۷۰۷ ۵)

اگر کسی شخص نے زندگی میں مہر ادا نہیں کیا ہے، تو مرنے کے بعد اس کی میراث میں سے ادا کیا جائے گا۔

مہرِ معجّل: جو مہر نکاح کے وقت ہی ادا کر دیا جائے، اس کو مہر معجّل کہتے ہیں۔

مہرِ مؤجل: جو مہر نکاح کے وقت ادا نہ کیا جائے یا کچھ حصہ ادا نہ کیا جائے، اس کو مہر مؤجل (ادھار) کہتے ہیں۔

مسنون طریقہ یہ ہے کہ مہر کی کچھ مقدار رخصتی کے موقع پر ادا کر دی جائے۔

مہر کی مقدار

حنفیہ کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے (۱۰ × ۳ء۶۱۸ = ۳۰ء۶۱۸، تیس گرام، چھ سو اٹھارہ ملی گرام چاندی ہے)۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لایکون المهر اقل من عشرة دراهم ''۔ (سنن دارقطنی، کتاب النکاح ۳/۳۰۲، ۳۶۰۲، ۱۷۳)

مہر دس درہم سے کم نہیں ہونا چاہئے

مہر کی زیادہ مقدار متعین نہیں ہے؛ البتہ مہر میں اعتدال اور میانہ روی بہتر ہے،

تقریباً امہات المومنین اور بنات طاہرات کا مہر پانچ سو درہم تھا جس کا موجودہ وزن (۱،۵۳،۹۰۰) ایک کلو پانچ سو تین گرام، نو سو ملی گرام چاندی ہے۔ (جدید فقہی مسائل ۱/ ۲۹۴)

شریعت کا طریقہ کار یہ ہے کہ مہر کی مقدار بہت کم بھی نہ ہو کہ عورت کی دل شکنی ہو اور بہت زیادہ بھی نہ ہو کہ تفاخر مقصود یا ادائیگی مشکل ہو۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

"الاتغالوا صدقة النساء ،فانها لو كانت مكرمة فى الدنيا ،او تقوى عندالله، لكان اولا كم بها نبى الله صلى الله عليه وسلم ۔الخ۔(رواه الترمذى عن ابى العجفاء ،باب ماجاء فى مهور النساء، ۱/ ۲۱۱ رقم: ۱۱۱۴)

غور سے سنو! ضرورت سے زیادہ مہر مقرر نہ کرو، اگر مہر کی زیادتی عزت یا اللہ کے نزدیک تقوی کا ذریعہ ہوتی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے زیادہ مستحق تھے۔ (مستفاد از قاموس الفقہ ۵/ ۱۴۶)

(۲) نفقہ

نفقہ سے مراد خوراک، پوشاک اور رہائش کا انتظام ہے۔ (ردالمحتار ۲/ ۶۴۴)

نفقہ کا مقصد بنیادی ضروریات کی تکمیل ہے، جو ہر زمانہ کے عرف و رواج اور زیرِ کفالت شخص کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ (البقرۃ: ۲۳۳)

بچوں کے ذمہ داروں پر عورتوں کا نفقہ اور پوشاک ہے دستور کے موافق، نیز کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف بنایا نہیں جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے نفقہ میں معروف کی صراحت فرمائی ہے جو عرف و رواج اور زمانہ کے حالات کے موافق بیویوں کا جو خرچ ہوگا، وہ شوہروں کے ذمہ ہوگا۔

حضرت ہندہ نے اپنے شوہر ابوسفیانؓ کی طرف سے ہونے والی تنگی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا:

”خذی مایکفیک، وولدک بالمعروف“ ۔(بخاری عن عائشۃ، کتاب النفقات ،باب اذالم ینفق الرجل الخ ۲/۸۰۸، رقم : ۵۳۶۴)

تم ان کے مال میں سے اتنا لے سکتی ہو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے لئے معروف (مروجہ) طریقہ کے مطابق کافی ہوجائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ولھن علیکم رزقھن، وکسوتھن بالمعروف“

تم پر بیویوں کا رزق اوران کا لباس معروف طریقہ پر واجب ہے۔(مسلم عن جابر فی حدیث حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱/۳۹۷)

بیوی کا نفقہ نکاحِ صحیح کی وجہ سے واجب ہوتا ہے، بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ، بالغہ ہو یا ایسی نابالغہ جس سے صحبت کی جاسکتی ہو، یا وہ شہوت کی عمر کو پہنچ گئی ہو، مالدار ہو یا غریب، شوہر اس سے صحبت کر چکا ہو یا کسی عذر کی وجہ سے نہیں کر پایا ہو، سلیم العقل ہو یا فاتر العقل، شوہر مالدار ہو یا نابالغ؛ اگر وہ شوہر کے گھر میں ہو، کم سے کم خدمت اور موانست کے لائق ہو، تو ہر حال میں شوہر پر بیوی کا نفقہ لازم ہے، اگر بیوی کسی جائز حق اور عذر کی وجہ سے یا شوہر کی اجازت سے شوہر کے گھر سے باہر ہو، تو بھی بیوی کا نفقہ لازم ہے۔

نفقہ میں شامل چیزیں

قرآن وحدیث اور شریعت کے مزاج ومذاق کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بیوی کے نفقہ میں اس کی تمام بنیادی ضروریات شامل ہیں، جو ہر زمانہ کے عرف اور حالات سے متعلق ہیں اور اس سلسلہ میں قطعی تحدید وتعیین نہیں کی جاسکتی؛ تاہم فقہاء نے سات چیزوں کا ذکر کیا ہے (۱) کھانا (۲) سالن (۳) صفائی ستھرائی کا سامان (۴) لباس (۵) گھر کا ضروری سامان (۶) رہنے کے لئے مکان (۷) اگر عورت کا تعلق ایسے سماج سے ہو جس

میں خدام سے خدمت لی جاتی ہو،تو خادم کا انتظام۔

خوراک

خوراک مہیا کرنے کی دوصورتیں ہیں، کھانے کی چیزیں فراہم کرے، پکاپکایا کھانا فراہم کرے، اگر عورت ایسے خاندان سے تعلق رکھتی ہو جس میں عورتیں خود کھانا بناتی ہیں، تو شوہر کے ذمہ پکا ہوا کھانا فراہم کرنا ضروری نہیں ہے، اگر عورت ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے جس میں عورتیں کھانا بنانے کی عادی نہیں ہیں، تو شوہر کی طرف سے خادم بھی فراہم کرنا ضروری ہے۔

کھانے کی کوئی مقدار طے نہیں کی جاسکتی، جتنا کافی ہوجائے اتنا دینا ضروری ہے، نیز مختلف علاقوں اور مقامات میں غذا کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے عرف ورواج کے مطابق خوراک کا انتظام کرے۔

جس طرح غذا کی کوئی مقدار متعین نہیں کی جاسکتی، اسی طرح خوراک کے لئے کوئی رقم بھی متعین نہیں کی جاسکتی؛ کیونکہ اشیاء کی قیمتوں میں کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے۔

لباس

بیوی کے لئے لباس کا انتظام کرنا بھی شوہر کے ذمہ ہے، لباس میں مقدار اور نوعیت متعین نہیں ہے؛ بلکہ مختلف مقامات کے عرف کا لحاظ کرتے ہوئے لباس فراہم کرے، معیاری لباس شوہر کی معاشی استطاعت اور عورت کے خاندان کے اعتبار سے واجب ہوگا، سال میں کم سے کم دو جوڑے بنانا ضروری ہے۔

مکان

نفقہ میں مکان رہائش کا انتظام بھی شامل ہے، اس کو فقہاء ''سکنی'' سے تعبیر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے بیوی کے لئے رہائش کے انتظام کو واجب قرار دیا ہے۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ (الطلاق:٦)

رہائش گاہ کے سلسلہ میں بنیادی احکام درج ذیل ہیں:

(۱) رہنے کے لئے مکان فراہم کرنا، خواہ ذاتی ہو، کرایہ کا ہو، یا عاریت کا۔

(۲) مکان فراہم کرنے میں شوہر اور بیوی دونوں کی رعایت کی جائے گی۔

(۳) گھر کے ساتھ گھریلو ضروت کی چیزیں بھی فراہم کرنی ضروری ہیں۔

(۴) بیوی کے لئے ایسا مکان فراہم کرے جس میں اس کی خواہش کے بغیر دوسروں کے ساتھ رہنے پر اس کو مجبور نہ کیا جائے۔

اس سلسلہ میں فقہاء نے بالتفصیل کلام کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

(الف) مکان ایک ہی کمرہ کا ہو جس میں میاں بیوی کے علاوہ کوئی دوسرا مرد یا عورت یا باشعور بچہ کا قیام نہ ہو، تو وہ گھر سکنی کے لائق ہے، اگر کسی مرد یا عورت یا باشعور بچہ کا قیام ہو، تو یہ گھر سکنی کے لئے کافی نہیں ہے۔

(ب) مکان میں کئی کمرے ہوں اور ہر ایک کو مستقل تالا لگایا جا سکتا ہو، باورچی خانہ اور بیت الخلاء بھی مستقل ہوں اور عورت کو دیگر رشتہ داروں سے کوئی تکلیف نہ ہوتی ہو، تو ایسا گھر بھی سکنی کے لئے کافی ہے۔

(ج) مکان میں کئی کمرے ہوں اور ہر ایک کو مستقل تالا لگایا جا سکتا ہو؛ لیکن باورچی خانہ مستقل نہ ہو، تو ایسا گھر حقِ سکنی کے لئے کافی نہیں ہے۔

(د) مکان میں کئی کمرے ہوں اور ہر ایک کو مستقل تالا لگایا جا سکتا ہو، باورچی خانہ بھی مستقل ہو؛ لیکن بیت الخلا مشترک ہو اور شوہر کی مالی استطاعت کمزور ہو، تو ایسا گھر حقِ سکنی کے لئے کافی ہے۔ (مستفاد از قاموس الفقہ ۵/ ۲۰۸)

نوٹ: ہمارے ہندوستانی معاشرہ میں بسا اوقات شوہر بیوی کو اپنے والدین کے مکان ہی میں رکھتا ہے، اگر مکان میں متعدد کمرے ہوں اور ہر ایک کو مستقل تالا لگا جا سکتا ہو اور عورت کو کسی رشتہ دار سے تکلیف نہ پہنچتی ہو، تو اس مکان میں بیوی کو ٹھہرانا جائز ہوگا، بصورت دیگر شوہر بیوی کو اس طرح کے مکان میں رہنے کے لئے شرعاً مجبور نہیں کر سکتا ہے۔

لہٰذا ایسی صورت حال میں عورت کو چاہئے کہ شوہر کے والدین کے مشترکہ مکان میں سکونت اختیار کرے، شوہر کے والدین کو اپنے والدین سمجھ کر ان کی خدمت کو سعادت سمجھے

اوران کے تجربات سے فائدہ اٹھائے، یہ عورت کی سعادت مندی وخوش نصیبی ہے اور۔ان شاءاللہ۔ دنیاوآخرت میں اجر ملے گا؛لیکن عورت شوہر کے والدین کی خدمت کرنا نہیں چاہتی اوران کے ساتھ رہنا پسندنہیں کرتی،توشوہراس کو مجبورنہیں کرسکتا۔

اگرعورت بخوشی اس طرح کے مشترکہ مکان میں رہنے پرراضی نہ ہو،توشوہرکو چاہیے کہ وہ اس کے مطالبہ کو برانہ سمجھے؛ بلکہ اس کا شرعی حق اوراپنی ذمہ داری سمجھ کراس کے لئے مستقل مکان کاانتظام کرے۔

لڑکے کے والدین کی ذمہ داری

اپنے لڑکے کا نکاح کرنے کے بعدلڑکے اور بہو کے لئے اس طرح کامناسب گھر (جس کی تفصیل پیچھے گزری) کاانتظام کرنا چاہیے،اگر بہومشترکہ گھر میں خوش دلی سے رہ جائے،تواس کی قدرکریں،اس کو گھر کاایک فرداور بیٹی سمجھیں۔

اگروہ اپنے جائزاورشرعی حق کامطالبہ کرے اوراپنے شوہر کے ساتھ الگ گھرمیں رہنا چاہتی ہے،تواس کو برانہ سمجھیں اورطعنہ نہ دیں؛ بلکہ اس کے جائزحق کوشوہر کی شرعی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اس کاانتظام کریں۔

ان شرعی واخلاقی ذمہ داریوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے میاں بیوی اوردونوں کے خاندانوں میں غلط فہمیاں اور جھگڑے شروع ہوتے ہیں اور پورے خاندان میں تلخیاں اورنفرتیں پھیل جاتی (۳) بیویوں کے درمیان عدل وانصاف

ایک سے زیادہ بیویاں ہوں،توان سب کے درمیان عدل وانصاف اورمساوات وبرابری کابرتاؤ کرناضروری ہے۔

اسلام سے پہلے بھی ایک مرد کے لئے متعدد بیبیاں رکھنا دنیا کے تمام مذاہب میں جائز سمجھا جاتا تھا،عرب،ہندوستان،ایران مصروغیرہ مما لک کی ہرقوم میں تعددکارواج بغیرکسی تحدید کے رائج تھا،کسی بھی مذہب میں تعددِازواج میں تحدیدنہیں تھی،قرآن نےعام معاشرہ کے اس ظلم عظیم پرروک لگا کرصرف چارتک کی اجازت دی اورایک سے زائدبیویاں نکاح میں ہونے کی صورت میں عدل ومساوات کا تاکیدی حکم دیااوراس کی

خلاف ورزی کی صورت میں وعید شدید سنائی ہے۔

خلاصہ ءکلام یہ ہے کہ اسلام نے بھی بعض حالات مثلا بیوی بانجھ یا دائم المرض ہے، یا بیوہ عورتوں کی کفالت ودستگیری مقصود ہو یا کسی اور وجہ سے شوہر ایک سے زاید نکاح کرنا چاہے، تو اس کے لئے اجازت ہے؛ البتہ مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

(ا) اسلام نے ایک سے زاید نکاح کی اجازت دی ہے، ترغیب نہیں، جائز قرار دیا ہے نہ کہ مستحب، اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غزوات کی وجہ سے بیواؤں اور یتیموں کی کثرت کی بنا پر صحابہ کی بڑی تعداد ایک سے زیادہ بیویاں رکھتی تھی؛ لیکن فقہاء اسلام نے اس بات کو بہتر قرار دیا ہے کہ ایک ہی بیوی پر اکتفاء کیا جائے۔

چنانچہ علامہ برہان الدین مرغینانیؒ فرماتے ہیں:

''کسی شخص کی ایک بیوی ہو اور شوہر اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنا چاہے، اگر اس کو اندیشہ ہو کہ دونوں کے درمیان عدل نہیں کر سکے گا، تو اس کے لئے نکاح کرنا جائز نہیں اور اگر یقین ہو کہ وہ ان کے درمیان عدل کر سکے گا، تو اس کے لئے دوسرا نکاح کرنے کی گنجائش ہے؛ البتہ اس صورت میں بھی نکاح نہ کرے، تو وہ اجر کا مستحق ہوگا، اس لئے کہ وہ اپنی بیوی کو رنج وغم اور ذہنی پریشانی پہنچانے سے باز رہا۔

نیز کوئی عورت کسی ایسے مرد سے نکاح کرنا چاہتی ہو جس کے نکاح میں پہلے سے کوئی عورت ہے، تو اس عورت کا اس مرد سے نکاح کرنا جائز ہے، اگر وہ عورت اس مرد کی پہلی بیوی کا لحاظ کرتے ہوئے اس مرد سے نکاح نہ کرے، تو وہ اجر کی مستحق ہوگی''۔ (مسلم پرسنل لا اور بعض غلط فہمیاں: ۳۰ بحوالہ مختارات النوازل)

(۲) ایک سے زاید نکاح کی اجازت عدل کی شرط پر دی گئی ہے، یعنی جو شخص ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان حقوق کی ادائیگی اور سلوک وبرتاؤ میں برابری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اسی کے لئے اجازت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً (النساء: ۳)

اگراندیشہ ہو کہ عدل نہیں کرسکو گے،تو پھرایک ہی بیوی پر اکتفاء کرو۔
جوشخص بیویوں کے درمیان عدل نہ کرے،اس کے لئے بڑی وعید آئی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”اذا کانت عندالرجل امرأتان ،فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ، وشقہ ساقط“۔(رواہ الحاکم فی المستدرک عن ابی ھریرۃ کتاب النکاح ۲/۲۰۳، ۲۷۵۹)
اگرکسی آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اوران کے درمیان عدل نہ کرے،تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ ایک پہلو جھکا ہوا(مفلوج) ہوگا۔
(۳)ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویوں سے نکاح کی گنجائش نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے:
فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ۚ (النساء:۳)
جوعورتیں تمہیں پسند ہوں،ان میں سے دودو، تین تین، چار چار سے نکاح کر سکتے ہو،اگراندیشہ ہو کہ عدل نہیں کرسکو گے،تو پھرایک ہی پر اکتفاء کرو۔

(۴)حسنِ معاشرت

زندگی کے تمام گوشوں میں ایک دوسرے کے جذبات،ضروریات اورمزاج ومذاق کی رعایت اور باہم عفوودرگزراورچشم پوشی سے کام لے،ازدواجی زندگی کی خوش گواری کا اصل رازیہی ہےاورشوہروبیوی دونوں سے مطلوب ہے؛لیکن عورت اپنی فطری نزاکت، ذکاوتِ حس کی وجہ سے جذباتی ہوتی ہے،اس لئے وہ عفوودرگزراورحسن سلوک کی زیادہ حق دار ہے۔
اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:
وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ (النساء:۱۹)
بیویوں کے ساتھ اچھاسلوک کرو۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

”اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا، وخیارکم خیارکم لنسائهم“ (رواه الترمذی عن ابی هریرة، باب ماجاء فی حق المرأة علی الزوج ۱/۲۱۹ رقم: ۱۱۶۲)

کامل ایمان والا شخص وہ ہے جو اچھے اخلاق و کردار کا حامل ہو، تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہو۔

آدمی باہر کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے، اس لئے کہ اس کی نوبت کم پیش آتی ہے اور اس کے لئے آسان بھی ہوتا ہے؛ لیکن گھر والوں کے ساتھ صبح و شام زندگی گزارتے ہوئے ان کی غلطیوں، نزاکتوں کو صرفِ نظر اور برداشت کرتے ہوئے حسنِ سلوک کرنا یہ کمال اور حسنِ اخلاق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور حسنِ معاشرت کی تاکید کرتے ہوئے ان کے فطری مزاج کو ان الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے:

”استوصوا بالنساء خیرا، فإنهن خلقن من ضلع، وإن أعوج شیء فی الضلع أعلاه، فان ذهبت تقیمه کسرته، وإن ترکته لم یزل أعوج، فاستوصوا بالنساء خیرا“۔ (بخاری کتاب النکاح، باب الوصاة بالنساء۔ ۲/۷۷۹، رقم: ۵۱۸۶)

عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت قبول کرو، عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہے، اگر تم اس کو ٹھیک کرنا چاہو، تو اس کو توڑ دوگے، اگر تم چھوڑ دو تو وہ ٹیڑھی ہی رہیں گی، لہذا عورتوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت قبول کرو۔ (مستفاد از قاموس الفقہ ۴/۱۱۳)

ازواج مطہرات کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کے ساتھ بہت محبت و پیار کرتے تھے اور حضراتِ ازواج مطہرات سے دل لگی کی باتیں کرتے اور ایک ساتھ اور ایک برتن میں ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

میں ناپاکی کے زمانہ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھاتی پیتی تھی، میں پانی پیتی، تو آپ صلی اللہ وسلم برتن کے ٹھیک اس حصہ کی جانب سے پانی پیتے جہاں سے میں نے پیا ہے اور میں کوئی ہڈی چوستی، تو آپ علیہ السلام اسی ہڈی کو چوستے۔ (نسائی، باب مواکلۃ الحائض ۱/۴۳)

ایک مرتبہ عید کا دن تھا، حبشی نوجوان عید کی خوشی میں مسجد (کے صحن) میں نیزے اور ڈھال سے کھیل رہے تھے، آپ علیہ السلام نے حضرت عائشہ سےؓ فرمایا: عائشہ یہ کھیل دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ! پھر آپ علیہ السلام آگے کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہؓ چھپ کر پیچھے کھڑی ہوئیں اور اپنی تھوڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر رکھ کر کھیل دیکھنے لگیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے بار بار دریافت فرماتے کہ عائشہ ابھی دل نہیں بھرا؟ ابھی دل نہیں بھرا میں کہتی: یارسول اللہ! اور دیکھنا چاہتی ہوں، آپ علیہ السلام اسی طرح کھڑے رہے یہاں تک میں خود بیزار ہوگئی، حضرت عائشہؓ فرتی ہیں: میں مزید دیکھنے خواہش اس لئے کررہی تھی تاکہ اندازہ لگاؤں کہ آپ کے دل میں میری کتنی محبت ہے؟۔ (بخاری کتاب النکاح، باب نظر المرأۃ الی الحبشۃ ۲/۷۸۸ رقم: ۵۲۳۶، ترمذی باب مناقب عمر: ۲/۲۱۰ رقم: ۳۶۹۱)

نیز حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: عائشہ کب تم مجھ سے خوش رہتی ہو اور کب روٹھی رہتی ہو، میں پہچان لیتا ہوں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیسے پہچان لیتے ہیں؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جب تم میں مجھ سے خوش رہتی ہو، تو کہتی ہو: محمد کے رب کی قسم، جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو، تو کہتی ہو، ابراہیم کے رب کی قسم، میں نے عرض کیا، بات صحیح ہے؛ لیکن میں صرف آپ کا نام نہیں لیتی ورنہ تو میرا دل آپ کی محبت وعظمت سے بھرا رہتا ہے۔ (بخاری کتاب النکاح غیرۃ النساء ۲/۷۸۷، رقم: ۵۲۲۸، مسلم

فضل عائشہؓ ۲/ ۲۸۵:۲۴۳۹)

(۵)حقِ میراث

بیوی شوہر کے مال کی وارث ہوتی ہے۔

شوہر نے بیوہ کے علاوہ اپنی اولاد چھوڑی ہے،تو بیوہ کو آٹھواں حصہ(۱/ ۸) ملے گا۔

اگر شوہر کی اولاد نہیں ہے،تو بیوہ کو چوتھائی حصہ(۱/ ۴) ملے گا۔(مستفاد از قاموس الفقہ ۴/ ۱۱۳)

خوش گوار ازدواجی زندگی کے اصول

نکاح کا مقصد میاں بیوی کا پر سکون عزت وعفت کی زندگی گزارنا ہے، پر سکون زندگی گزارنے کے لئے ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی اور ایک دوسرے کے ساتھ اخلاقی فرائض کا مظاہرہ بھی ضروری ہے۔

بعض خاوند اکثر و بیشتر نا مناسب رویہ اور نا مناسب حرکتیں اختیار کرتے ہیں جن کی وجہ سے عورتیں شوہروں سے بیزار، مایوس اور پریشان رہتی ہیں اور میاں بیوی دونوں کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔

مشائخ نے اخلاقی فرائض کو بیان کیا ہے جن میں سے بعض اہم اخلاقی فرائض یا شوہروں کی بعض خطرناک غلطیاں جن کا خیال نہ کرنے سے گھر اجڑتے ہیں انہیں ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۱) بیوی کو نظر انداز کرنا

بیوی شوہر کی ہر اعتبار سے خدمت کرتی ہے اور شوہر کو خوش کرنے کی کوشش کرتی ہے ، بیوی کی خواہش ہوتی ہے کہ شوہر میری تعریف کرے، اگر شوہر بیوی کی تعریف اور اس کی حوصلہ افزائی کرے،تو بیوی خوش ہوگی اور شوہر کو خوش رکھے گی، اس لئے بیوی کی اچھائیوں پر اس کی حوصلہ افزائی اور تعریفی کلمات کہنے چاہئیں۔

بعض مرد حضرات دیگر رشتہ دار، دوست واحباب سے خوشی ومحبت سے بات کرتے

ہیں، ان کی باتوں کی طرف توجہ دیتے ہیں؛ لیکن گھر میں بیوی کے ساتھ پیار ومحبت اور خوشی کی بات نہیں کرتے یا بیوی کی باتوں کی طرف توجہ نہیں دیتے، تو ایسی صورت میں بیوی کو سکون کیسے حاصل ہوگا؟

(۲) طلاق کی دھمکی

بعض مرد حضرات چھوٹی چھوٹی بات پر بیوی کو طلاق کی دھمکی دیتے ہیں، جس عورت کے سر پر ہر وقت طلاق کی تلوار لٹک رہی ہو، اس کو کبھی بھی شوہر سے اطمینان نہیں رہتا، پتہ نہیں یہ کس وقت مجھے طلاق دے دے اور الگ کر دے، اگر اس کی نوبت آئی، تو میں کیا کروں؟ اس طرح کی الجھنوں سے دوچار ہوگی اور فسادات، لڑائی جھگڑوں کی نوبت آتی رہتی ہے۔

بعض خاوند ہر وقت بیوی سے کہتے ہیں تم خوبصورت نہیں ہو، خدمت گزار نہیں ہو وغیرہ، لہٰذا کسی دوسری عورت سے نکاح کروں گا، شریعت نے مرد کو ایک سے زائد بیوی رکھنے کی اجازت دی ہے، جب بیوی شوہر کے تمام تقاضے پورے کر رہی ہے، تو دوسری شادی کی دھمکی دے کر بیوی کو پریشان کرنے اور خود پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

(۳) بے عزت کرنا

بیوی شوہر کی خاطر گھر بار چھوڑ کر آئی ہے، اب جہاں آئی ہے، وہاں اس کو اپنی جان، عزت اور ایمان کا تحفظ چاہئے، اگر شوہر بیوی کو ایسی جگہ رکھے جہاں وہ عدم تحفظ کا شکار ہو اور اس کی عزتِ نفس محفوظ نہ ہو، تو گھر کبھی آباد نہیں ہوگا۔

بیوی سے غلطی ہو جائے، تو تنہائی میں اس کو نصیحت کرنا چاہئے، بیوی اس کو برا نہیں سمجھے گی؛ لیکن لوگوں کے سامنے اس کی تنبیہ کی جائے، برا بھلا کہا جائے، تو اس کی عزتِ نفس مجروح اور اس کی بے عزتی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے اس کا دل زخمی ہوتا ہے اور اس کے دل میں شوہر کا وقار اور عظمت کم ہو جاتی ہے کہ میرے شوہر لوگوں کے سامنے بالکل میرا لحاظ نہیں کرتے، تو میں دیگر امور میں ان کا لحاظ کیوں کروں؟

(۴) بیوی کے لئے وقت نہ نکالنا اور بے توجہی کرنا

بیوی شوہر کی توجہ چاہتی ہے، بیوی چاہتی ہے کہ شوہر بیوی کے لئے وقت فارغ

کرے، اس کی ضروریات اور حالات معلوم کرے اور اس کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھے۔

مرد حضرات دن بھر مختلف کاموں میں مصروف ہوتے ہیں، بیوی چاہتی ہے کہ جب شوہر گھر آئے، تو وہ بیوی کے ساتھ وقت گزارے، اگر شوہر دن بھر باہر کے کاموں میں مشغول رہے اور گھر پہنچ کر آرام یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہوجائے، تو گھر میں نہ عورت کو خوشی ہوگی نہ شوہر خوش رہ سکتا ہے۔

بیوی کا شرعی حق ہے کہ اس کے لئے وقت فارغ کیا جائے، بعض لوگ دوستوں کی محفل سجاتے ہیں، فرصت کے اوقات دوستوں کے ساتھ گزارتے ہیں، گھر آئیں، تو والدین اور بھائی بہنوں کے ساتھ گفتگو میں لگ جاتے ہیں؛ حالانکہ بیوی شوہر کی فرصت کے انتظار میں رہتی ہے اور وہ اس کے لئے وقت فارغ نہیں کرتا، اس کی خوشی وغم اور دیگر حالات دریافت نہیں کرتا، جس کی وجہ سے بیوی تنگ دل ہوجاتی ہے، وہ بھی بے رخی کا اظہار شروع کردیتی ہے، اس طرح میاں بیوی کا سکون برباد ہونا شروع ہوجاتا ہے۔

(۵) بیوی کے لئے پابندی اور اپنے لئے آزادی

گھر میں جب کوئی اصول بنائے، تو اس پر شوہر اور بیوی دونوں کو عمل کرنا چاہئے، شوہر اپنے لئے لباس، خوراک، راحت و آرام جیسے پسند کرتا ہے، ویسے ہی اپنی بیوی کے لئے بھی پسند کرے اور فراہم کرنے کی کوشش کرے، یہ تو ہر مسلمان بھائی کا حق ہے، بیوی تو رفیقہ ٔحیات ہے، وہ اس کی زیادہ مستحق ہے۔

بعض مرد عورتوں کو پابند کرتے ہیں اور خود آزادی چاہتے ہیں، بیوی کو نصیحت کہ تم نیک بنو، نمازی بنو اور خود نماز کے لئے جاتے نہیں، عورت کے لئے غیر محرم رشتہ دار سے بات کرنے کی ممانعت؛ لیکن خود اپنی غیر محرم عورتوں سے بات چیت کرتے ہیں، اس بے اصولی سے گھر میں لڑائی جھگڑے ہوں گے، اصول دونوں کے لئے یکساں ہونے چاہئیں۔

(٦) بیوی کے رشتہ داروں سے بے اعتنائی

ہر عورت کو اپنے والدین، بھائی بہن اور دیگر رشتہ داروں سے خاندانی اور جذباتی

تعلق ہوتا ہے، ان سے متعلق کوئی کڑوی کسیلی بات سننا گوارا نہیں کرتی، جب شوہر بیوی کے والدین، رشتہ داروں سے متعلق نفرت کی باتیں کرتا ہے، ان کی نکتہ چینی کرتا ہے، ان کو برا بھلا کہتا ہے، طعنہ دیتا ہے، تو بیوی اپنی مجبوری سے خاموش ہو جاتی ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے بیوی کی دل شکنی ہوتی ہے اور شوہر کی نفرت دل میں پیدا ہوتی ہے، پھر یہ نفرت تنا آور درخت کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

نیک بیوی کی چار صفات

ازدواجی زندگی کو خوش گوار اور پرسکون بنانے کے لئے بیوی کا کردار بھی اہم ہوتا ہے، اس لئے بیوی کے لئے ان صفات کو اپنانا نہایت ضروری ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نمونہ بیان فرمایا ہے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”خیر ما یکنز المرأ المرأة الصالحة، اذا نظر الیها سرَّته، و إذا أمرها، أطاعته، و إذا غاب عنها، حفظته“۔(ابو داؤد عن ابن عباس، کتاب الزکوة باب حقوق الاموال، ۲۳۵/۱، رقم: ۱۶۶۴)

دنیا کا بہترین خزانہ نیک بیوی ہے، جب شوہر اس کو دیکھے، تو وہ اس کو خوش کر دے، جب اس کو کوئی حکم دے، تو اس کی اطاعت کرے اور جب وہ گھر سے باہر ہو، تو اس کی حفاظت کرے۔

(۱) پہلی صفت حسنِ سیرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بیوی ایسی ہو کہ اس کو دیکھنے سے دل خوش ہو جائے۔

خوبصورت بیوی کو دیکھنے سے آنکھیں خوش ہوتی ہیں، خوب سیرت بیوی کو دیکھنے سے دل خوش ہوتا ہے، کتنے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی بیویاں چاند کا ٹکڑا ہوتی ہیں؛ لیکن ضدی اور جھگڑالو ہوتی ہیں، شوہر ان کی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتا، لہذا اپنے کردار، اخلاق، خدمت و وفاداری، حسنِ سلوک کے ذریعہ شوہر کے دل کو جیتنے کی فکر کرے اور اپنے اخلاق و کردار سے شوہر کے دل پر حکومت کرے، خود کو، بچوں کو اور گھر کو صاف ستھرا اور گھر

کی چیزوں کو سلیقہ سے رکھے۔

گھر میں شوہر آئے ،تو مسکراہٹ سے استقبال کرے ،روانہ کرے ،تو دعاؤں سے الوداع کرے ،موقع کی مناسبت اور شوہر کی طبیعت کا خیال رکھتے ہوئے اپنی ضروریات اور مشکلات سنائے ،پست آواز سے بات چیت کی عادت بنائے ،شوہر کے رشتہ دار و متعلقین کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے ،کوئی کام ایسا نہ کرے جس سے شوہر کی نگاہ میں گر جائے ،یا بے وقعت اور بے وفا ثابت ہو جائے۔

(۲) دوسری صفت اطاعت

بیوی شوہر کی اطاعت کرنے والی ہو۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کو قوام بنایا ہے ،دنیا میں چھوٹے چھوٹے امور کو انجام دینے کے لئے ذمہ دار بنائے جاتے ہیں ،شریعت نے گھر کا نظام سنبھالنے کے لئے شوہر کو ذمہ دار بنایا ہے ، عورت کو امیر بنایا جاتا ،تو باہر کی ذمہ داریوں کو سنبھالنا مشکل ہوتا ، نیز عورت کے مزاج میں نرمی اور جلد بازی ہوتی ہے ،جس کی وجہ سے اس کے فیصلے دور اندیشی پر مبنی نہیں ہوتے ہیں۔

لہٰذا جب اللہ نے گھر کا امیر مرد کو بنا دیا ہے ،تو عورت کو چاہئے کہ اس کی اطاعت کرے ،اس کے فیصلوں کو قبول کرے ،تمام شرعی ،جائز و مباح امور اور شوہر کے حقوق کے سلسلہ میں شوہر کی اطاعت کرے ؛البتہ خلافِ شرع امور میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے ،بیوی اپنے شوہر کی بات ماننے والی ہو ،شوہر کی بات ماننے کا جذبہ ہو اور یہ سمجھے کہ شوہر کی بات ماننے ہی میں میری سعادت اور میرے لئے برکت ہے ،

جو عورت خاوند کی بات مان لیتی ہے ،خاوند اس کی بڑی بڑی غلطیاں معاف کر دیا کرتا ہے۔

اللہ والوں نے فرمایا:

”بیوی اگر کوئی بات زبردستی منوا بھی لے ،تو اس میں برکت نہیں ہوتی ہے ،لہٰذا عورت کو چاہئے اگر چہ وہ اپنی ذہانت ،عقل مندی ،بصیرت وغیرہ کے اعتبار سے شوہر سے فائق ہو ؛لیکن شوہر کے سامنے اپنی بات پیش کرے اور شوہر کو مطمئن کرے اور خوش کرے تا کہ

امور خانہ داری میں برکت ہو، زندگی میں سکون واطمینان ہو"۔

(۳) تیسری صفت حفاظت

جب شوہر گھر سے باہر ہو، تو اپنی عزت وناموس کی حفاظت کرے، مرد عورت کی ہر غلطی معاف کرسکتا ہے؛ لیکن کردار کی غلطی کو نظر انداز نہیں کرسکتا، اپنے بچوں اور گھر بار کی حفاظت کرے، بچوں کی بہترین تربیت کرے، مال، اخلاق اور کرادو غیرہ سے متعلق کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے خاوند کے دل میں شک یا بیوی پر بے اعتمادی پیدا ہو ،شوہر کے دل میں اگر جھوٹ بولنے، روپیہ یا راز چھپانے، گھر کی باتوں کو دوسروں کو سنانے وغیرہ کا شک پیدا ہوگیا، تو شوہر کے دل سے محبت رخصت ہوجائے گی۔

بلاضرورتِ شدیدہ غیر محارم سے ہرگز بات نہ کرے، اگر ضروت پیش ہی آجائے ،تو سخت لہجہ میں بات کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ (الاحزاب:۳۲)

غیر محارم سے بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرو۔

(۴) چوتھی صفت معاونت

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

لو علمنا ای المال خیر، فنتخذہ؟

اگر ہمیں معلوم ہوجائے کہ کونسا مال افضل ہے؟ تو ہم اس کو اختیار کریں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

"افضلہ لسان ذاکر، وقلب شاکر، وزوجۃ مؤمنۃ تعینہ علی ایمانہ".

(رواہ احمد و الترمذی عن ثوبان فی سورۃ التوبۃ رقم: ۳۰۹۴)

بہترین مال: ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور نیک بیوی ہے جو دینی امور میں شوہر کا تعاون کرنے والی ہو۔

شوہر دینی وضع قطع کا پابند رہنا چاہتا ہے، دینی کاموں میں وقت ومال خرچ کرنا

چاہتا ہے، رشتہ دار اور مہمانوں کا اکرام کرنا چاہتا ہے، اولاد کی دینی تربیت کرنا چاہتا ہے، گھر کو تصویر اور ٹی، وی سے پاک رکھنا چاہتا ہے، بچوں کو شرعی لباس پہنانا چاہتا ہے، تو ان تمام باتوں میں شوہر کا ساتھ دے اور ہر دینی کام میں شوہر کے شانہ بشانہ چلے؛ بلکہ دینی امور میں بیوی کو ایک قدم آگے رہنا چاہئے، کسی بھی اعتبار سے رکاوٹ نہ بنے؛ بلکہ شوہر کی معاون و مددگار بنے۔ ان شاء اللہ۔ میاں بیوی دونوں کو اجر ملے گا، بچوں کی تعلیم وتربیت سے متعلق شوہر سے مشورہ کرتی رہے۔

خاوند کی پریشانی کے وقت اس کو تسلی دے، اس کی حوصلہ افزائی کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری مائیں حضرت خدیجہؓ، حضرت ام سلمہؓ وغیرہ آپ کی پریشانی کے وقت نہایت خوش اسلوبی اور عقل مندی سے تسلی دیا کرتی تھیں کہ آپ کو سکون واطمینان حاصل ہوجاتا تھا، مشکل آسان نظر آتی تھی۔

لہٰذا بیوی کو چاہئے کہ وہ شوہر کی غم خوار، وفادار اور خدمت گزار ہو جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ تھیں، آپ کو اللہ کا سلام آیا کرتا تھا۔ (مستفاد: از ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول)

سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے دو رشتہ داریاں بنائی ہیں: نسبی رشتہ، سسرالی رشتہ، ان دونوں رشتوں کے ذریعہ انسان کو ایک طرح کا خاندانی حصار، قوت اور تعاون حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ان دونوں رشتوں پر احسان جتلایا ہے۔ (الفرقان: ۵۴)

نیز شریعت نے سسرالی رشتہ کے تقدس وعظمت کی وجہ سے بیوی کی ماں اور ماں کی ماں اوپر تک اور بیوی کی بیٹی اور بیٹی کی بیٹی نیچے تک مرد کے لئے اور شوہر کے والد، والد کے والد اوپر تک، شوہر کا بیٹا اور بیٹے کا بیٹا نیچے تک بیوی کے لئے حرام قرار دیا ہے۔

جس طرح نسبی رشتوں کا لحاظ کیا جاتا ہے، اسی طرح سسرالی رشتہ کا بھی خیال رکھنا چاہئے، بطورِ خاص بیوی کے اہلِ خانہ خسر، خوش دامن صاحبہ اور نسبتی برادران و نسبتی بہنوں کے ساتھ اکرام اور حسن اخلاق کا مظاہرہ کرے، خوش دامن اور خسر اپنی لختِ جگر، نورِ نظر کو

محبتوں وشفقتوں سے پال پوس کر بنا سنوار کر دلہن کی شکل میں داماد کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

داماد کا اخلاقی فریضہ ہے کہ وہ بیوی کے والدین کی حسبِ استطاعت خدمت، اکرام، تعظیم اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا برتاؤ کرے، نہایت بے مروتی اور ناانصافی کی بات ہوگی کہ جو والدین اپنی لختِ جگر کو داماد کے سپرد کرتے ہوئے اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا ہے، ان کے ساتھ تذلیل، تحقیر، بے مروتی اور بداخلاقی کا معاملہ کرے۔

بیوی کے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک درحقیقت بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک ہے، بیوی کے والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے بیوی کے دل میں شوہر کی محبت اور عظمت پیدا ہوگی جو ازدواجی زندگی کو خوش گوار بنانے کے لئے نہایت مفید و مؤثر ہوتی ہے۔

اس کے برخلاف بیوی کے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بے مروتی، طعنہ زنی اور بدسلوکی کا مظاہرہ کرنے سے بیوی کے دل میں شوہر سے متعلق کدورت ونفرت پیدا ہوتی ہے؛ چونکہ عورت کو اپنے والدین اور خاندان کے ساتھ جذباتی تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے بیوی کا دل دکھے گا اور وہ دل سے شوہر کی اطاعت وخدمت نہیں کر سکے گی او رشوہر کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزار نہیں سکتی۔

شوہر کا اپنے خسر کے ساتھ حسنِ سلوک

حضرت مسورؓ بن مخرمہ فرماتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاص بن ربیعؓ جو آپ کے داماد تھے ان کا تذکرہ فرماتے ہوئے خوب تعریف فرمائی اور ارشاد فرمایا:

"حدثني، فصدقني، ووعدني، فوفى لي"۔ (بخاری باب ماجاء في ذكر اصهار النبي صلى الله عليه وسلم ۱/۵۲۸، رقم: ۳۷۲۹)

میں نے زینب کا نکاح ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ کیا، انہوں نے میرے ساتھ سچ کہا اور جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا۔

حضرت ابوالعاص غزوۂ بدر میں کفارِ مکہ کے ساتھ شامل ہوکر گرفتار ہوئے، آپ کی

لڑکی حضرت زینبؓ نے اپنے قیدی کو چھڑانے کے لئے اپنا ہار جوان کو حضرت خدیجہؓ کی طرف سے ملا تھا روانہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو پہچان لیا اور مسلمانوں کو راضی کر کے وہ ہار حضرت زینبؓ کو واپس کر دیا اور حضرت ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ مکہ جا کر وہ حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کر دیں گے، چنانچہ انھوں نے اس وعدہ کو پورا کیا۔

یہ بیوی کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی شاندار مثال ہے کہ ابوالعاصؓ نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا ہے؛ لیکن سسر سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے حسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا ہے، جس پر اللہ کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی خوب تعریف فرمائی ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ

حضرت عثمان بن عفانؓ بھی آپ کے داماد تھے، آپ علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ سے یکے بعد دیگرے نکاح فرمایا، اسی وجہ سے آپ کو ذو النورین کہتے ہیں، آپ علیہ السلام نے متعدد دفعہ حضرت عثمانؓ کا ذکرِ خیر فرمایا، جب حضرت امِ کلثومؓ کی وفات ہوگئی، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی دوسری بیٹی ہوتی، تو میں اس کو بھی حضرت عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔ (مجمع الزوائد رقم: ۱۴۵۱۱، ابن عساکر)

مذکورہ باتوں سے حضرت عثمانؓ کی اخلاق کی بلندی و پاکیزگی، وفاداری اور گھر والوں کے ساتھ بہترین سلوک کا پتہ چلتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کے اخلاق و کردار اور حسنِ سلوک سے متاثر ہو کر آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر تیسری لڑکی ہوتی تو اس کو بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا۔

امیر المؤمنینؓ حضرت علی بن ابی طالبؓ

حضرت علی بن ابی طالبؓ آپ کے چچازاد بھائی، آپ علیہ السلام کے تربیت یافتہ اور آپ کے داماد ہیں، آپ علیہ السلام کی سب سے چہیتی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا ،غزوۂ خیبر کے موقع پر آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دونگا جس سے اللہ اور اس کے رسول محبت کرتے ہیں، دوسرے دن آپ علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا فرمایا اور خیبر کی فتح آپ کے ہاتھ پر ہوئی۔

جب حضرت فاطمہؓ نے گھر کے کام کاج کی مشقت کی شکایت کی، آپ علیہ السلام گھر تشریف لے آئے جبکہ حضرت علیؓ وفاطمہؓ اپنے بستر پر لیٹ چکے تھے، آپ نے ارشاد فرمایا: اسی حال میں رہو، چنانچہ آپ علیہ السلام دونوں کے درمیان بیٹھ گئے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کے قدموں کی ٹھنڈک میں نے محسوس کی، اس طرح کے بے شمار واقعات کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام کو حضرت علیؓ سے کس قدر محبت واپنائیت تھی؟ اور حضرت علیؓ کی وفاداری، آپ کے اخلاق وعادات پر آپ علیہ السلام کو کس قدر اعتماد واطمینان حاصل تھا؟

نسبتی برادران کے ساتھ حسنِ سلوک

ام المؤمنین ام حبیبہؓ کے بھائی حضرت امیر معاویہؓ ہیں، آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبینِ وحی کی جماعت میں شامل فرمایا۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاویہؓ کو سواری پر بٹھا کر کہیں تشریف لے جارہے تھے، آپ علیہ السلام نے پوچھا، معاویہ! مجھ سے تمہارے جسم کا کونسا حصہ لگا ہوا ہے؟ حضرت معاویہؓ نے عرض کیا، میرا پیٹ، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ معاویہؓ کے پیٹ کو علم سے بھر دے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۶۲)

ایک مرتبہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ سے مشورہ کیا، پھر فرمایا: معاویہؓ کو بلاؤ اور فرمایا: معاویہؓ کو اپنے مشورہ میں شامل رکھو کہ وہ قوی اور امانت دار ہیں۔ (امانت داری کے ساتھ صحیح رائے دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں)۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۶۲)

آپ علیہ الصلوۃ والسلام چند صحابہ کے ساتھ کہیں تشریف لے جارہے تھے، کسی نے کہا، ہم ملک شام پر کیسے قبضہ حاصل کر سکتے ہیں؟ اس لئے کہ وہ رومی قوم ہیں، آپ علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ نے اس کو حضرت معاویہؓ کے کندھے پر رکھا اور فرمایا، اللہ تعالیٰ معاویہ کے ذریعہ تمہاری کفایت فرمائیں گے۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/ ۲۶۳)

آپ علیہ السلام نے حضرت معاویہؓ کے لئے بطورِ خاص دعا فرمائی ہے:

”اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا، و اھدبہ“۔(ترمذی ۲۲۴/۲)

اے اللہ معاویہ کو دینی رہبر بنا، ہدایت یافتہ بنا اور لوگوں کے لئے ان کو ہدایت کا ذریعہ بنا۔

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے نسبتی برادر کے ساتھ نہایت شفقت وعنایت کا معاملہ کرنے میں جہاں آپ کے حسنِ اخلاق اور حضرت معاویہ ؓ کی صالحیت وصلاحیت کا دخل ہے، وہیں ایک پہلو نسبتی برادران کے ساتھ حسنِ سلوک کی عمدہ تعلیم بھی ہے۔

نسبتی بہنوں کے ساتھ اچھا برتاؤ

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں:

”ام المؤمنین حضرت خدیجہ ؓ کی بہن حضرت ہالہ ؓ بنت خویلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کی، جب آپ نے ہالہ بنت خویلد ؓ کی آواز سنی (فارتاع لذالک ای تغیر وجھہ حزنا او سرورا) تو آپ کا چہرہ (حضرت خدیجہ ؓ کی یاد اور ان کی بہن کی ملاقات سے) جذباتی ہوگیا“۔(بخاری باب فی تزویج خدیجہ ۱/ ۵۳۸، رقم: ۳۸۲۱)

حضرت خدیجہ ؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی اہلیہ ہیں اور آپ کی زندگی ہی میں ان کی وفات ہوگئی۔

معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ ؓ کی وفات کے بعد بھی نسبتی بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ برقرار رکھا ہے۔

امہات المؤمنین میں حضرت زینب بنت جحش ؓ بھی ہیں، اس مناسبت سے آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے گھر آپ کی نسبتی بہنیں ام حبیبہ بنت جحش اور حمنہ بنت جحش بکثرت آتی تھیں اور مسائل بھی معلوم کرتی تھیں، چنانچہ استحاضہ کی روایات کتبِ حدیث میں آپ کی نسبتی بہنوں ہی سے مروی ہیں۔

خسر ابا کے ساتھ حسنِ سلوک

آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے خسروں میں حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ، حضرت

ابوسفیانؓ اورحضرت حارث بن ضرار صحابہ میں سے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ رفیقِ غار ورفیقِ کوثر ہیں اورحضرت عمرؓ: فاروق وترجمان نبی ہیں، آپ علیہ الصلوۃ والسلام اورحضرات شیخین ابوبکرؓ وعمرؓ کے باہمی تعلقات نہایت مثالی؛ بلکہ بے مثال ہیں، حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ کے نزدیک مردوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: حضرت ابوبکرؓ اوران کے بعد حضرت عمرؓ ہیں۔(مشکوۃ:٦٠٢٥)

حضرت ابوسفیان فتحِ مکہ تک مسلمانوں کے خلاف ہونے والی ہر جنگ میں پیش پیش رہے ہیں، فتحِ مکہ کے موقع پر سہمے ہوئے تھے؛ لیکن آپ علیہ السلام نے ان کے ساتھ نہایت اکرام واعزاز کا معاملہ فرمایا۔

حضرت حارث بن ضرارؓ کے ساتھ اسی طرح کا واقعہ پیش آیا ہے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

سوتیلی اولاد کی کفالت وتربیت

آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ سے نکاح فرمایا، حضرت امِ سلمہؓ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے (عمرو بن ابی سلمہ، زینب) تھے، آپ نے ان بچوں کی پروش فرمائی اوران کی تربیت فرمائی، یہ بھی سسرالی رشتہ دار ہیں، چنانچہ احادیث میں ان بچوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیتی واقعات بکثرت موجود ہیں۔

حضرت انسؓ کی والدہ سے حضرت ابوطلحہؓ نے نکاح فرمایا، حضرت ابوطلحہؓ نے اپنے سوتیلے لڑکے کی تربیت کا انتظام کیا۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

"أخذ ابو طلحة رضي الله عنه بيدى، فانطلق بى إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال يارسول الله! ان أنسا غلام كيّس ،فليخدمنک ،قال فخدمته فى السفر و الحضر"۔(بخاری، کتاب الوصاۃ، باب استخدام الیتیم اذاکان صلاحالہ ونظر الام وزوجھا ۱/۳۸۸رقم:٢٧٦٨)

حضرت ابوطلحہؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! انس چالاک لڑکا ہے، وہ آپ کی خدمت کریگا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفر وحضر میں خدمت کی۔

عام سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنوالمصطلق کے سردار حارث بن ضرار مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے اور اچانک حملہ کیا، مسلمانوں کو کامیابی ملی، خوب مالِ غنیمت ہاتھ آیا اور کئی لوگ گرفتار ہو کر مسلمانوں میں غلام باندیاں بنا کر تقسیم کئے گئے، ان غلام باندیوں میں قبیلہ کے سردار حارث بن ضرار کی لڑکی حضرت جویریہؓ بھی باندی بن کر حضرت ثابتؓ بن قیس کے حصہ میں آئیں۔

حضرت جویریہؓ نے حضرت ثابت بن قیسؓ سے کتابت کا معاملہ کرلیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدد کے لئے حاضر ہوئیں اور مدد کی درخواست کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ تمہاری طرف سے بدلِ کتابت ادا کر دوں اور تم سے نکاح کرلوں؟ حضرت جویریہؓ راضی ہوگئیں، چنانچہ آپ نے انہیں آزاد فرما کر نکاح فرمالیا، جب لوگوں کو خبر ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ سے نکاح فرمالیا ہے، تو تمام مسلمان جن کی ملکیت میں بنوالمصطلق کے افراد غلام یا باندی بنے ہوئے تھے، ان سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ کا لحاظ کرتے ہوئے آزاد کردیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"فما رأينا إمرأة كانت اعظم بركة على قومها منها"

میں نے حضرت جویریہؓ سے زیادہ کسی عورت کو اپنی قوم کے حق میں زیادہ بابرکت نہیں دیکھا جس کی وجہ سے ایک سو گھرانے آزاد ہوئے ہوں۔ (ابوداؤد باب فی بیع المکاتب ١/٥٤٨ وسیرۃ المصطفی ٢/٣٩١)

حضرات صحابہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عام سسرالی رشتہ داروں کی اتنی تعظیم کرتے تھے،تو خاص سسرالی رشتہ داروں کی کس قدر تعظیم کرتے ہوں گے،امت کا یہ حال ہے،تو نبی کی کیا شان ہوگی!

بیوی کی سہیلیوں کے ساتھ حسنِ سلوک

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح فرماتے اور گوشت کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں بنا کر حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں میں بطور ہدیہ بھیجا کرتے۔(بخاری کتاب المناقب، باب فی تزویج خدیجۃ:۱/۵۳۸،رقم:۳۸۱۸)

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اہلیہ کی سہیلیوں کے ساتھ اس قدر حسنِ سلوک کا معاملہ کررہے ہیں،تو ذرا اندازہ لگائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلیہ کے اہل خانہ کے ساتھ کس قدر حسنِ سلوک کا معاملہ کیا ہوگا۔

یہ وہ باتیں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں اور عمل کرنے والوں کے کافی ہیں۔

بیوی کا سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ

لڑکی کو چاہئے کہ وہ اپنے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ خدمت،اکرام اور حسنِ سلوک کا معاملہ کرے،بطورِ خاص شوہر کے والدین اور شوہر کے بھائی بہنوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے،شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک شوہر ہی کے ساتھ حسن سلوک ہے،شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک رشتہ داروں کے دلوں میں عورت کی عزت، قدرومنزلت اور شوہر کے دل میں محبت کا سبب بنتا ہے،بطورِ خاص خسر وخوش دامن صاحبہ کی خدمت،تعظیم اور اکرام کا معاملہ کرے کہ انہوں نے ہی اس کو اپنی بہو بنایا ہے،وہ عمر،تجربات اور مرتبہ میں بڑے ہونے کی وجہ سے قابلِ تعظیم ہوتے ہیں۔

شوہر کے ذمہ والدین کی خدمت ہے؛لیکن شوہر باہر کی مشغولی کی وجہ سے والدین کی خاطر خواہ خدمت نہیں کرسکتا،اگر بیوی شوہر کے والدین کی خدمت کرتی ہے،تو وہ شوہر کا تعاون کرنے والی ہے جس کی وجہ سے شوہر کے دل میں بیوی کی عظمت ومحبت پیدا ہوتی ہے

اور گھریلو ماحول سازگار اور پرامن ہوگا، جس کی وجہ سے تمام گھر کے افراد خوش رہیں گے، نیز شوہر اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرے، تو بیوی کو ہرگز تنگ دل نہیں ہونا چاہئے، شوہر اپنے والدین یا دیگر رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، ہمدردی، خیرخواہی، خدمت واکرام کرے، تو بیوی اس کے لئے ہرگز رکاوٹ نہ بنے۔

نندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مجھ سے دریافت فرمایا: جابر! تمہاری شادی ہوگئ؟، میں نے عرض کیا، جی ہاں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: نبیاہی سے شادی کی یا (ثیبہ) بیاہی سے؟ میں نے عرض کیا، بیاہی سے، آپ نے فرمایا: نبیاہی سے شادی کیوں نہیں کی کہ تم ان سے کھیلتے، وہ تم سے کھیلتی، میں نے عرض کیا، میرے والد عبداللہ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور میری چھوٹی چھوٹی نو بہنیں ہیں، میں نے چاہا کہ ایسی عورت سے شادی کروں جو انہیں سنبھال سکے، ان کے سر میں کنگھا کرے، ان کی دیگر ضروریات کو پورا کرے اور انہیں سلیقہ وآداب سکھائے اور ان کی تربیت کرے، آپ نے ارشاد فرمایا: بہت اچھا کیا، اللہ تعالیٰ تمہیں برکت نصیب فرمائے''۔(اخرجہ البخاری فی مواضع شتی، باب عون المرأۃ زوجھا فی ولدہ ۲/ ۸۰۸، رقم: ۵۳۶۷)

شارحِ بخاری حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے شوہر اور شوہر کے متعلقین والدین، بھائی بہن سوتیلی اولاد کی خدمت کرے، اگرچہ ان کی خدمت اس پر شرعاً فرض نہیں ہے؛ لیکن زمانۂ نبوت میں عورتیں اپنے شوہر اور اس کے رشتہ داروں کی خدمت کیا کرتی تھیں اور یہ نیک وصالح عورتوں کی عادت ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ سے فرمایا: تم نے بہت اچھا کیا اور آپؓ کے لئے دعا دی۔ (فتح الباری باب تزویج الثیبات)

سوتیلی اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک

امہات المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

’’جب حضرت فاطمہؓ کی شادی ہوئی، تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں تیاری کا حکم دیا، چنانچہ ہم نے مکان لیپا، بستر لگایا، اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال دھن کر تکیے بنائے، چھوہارے اور منقے سے کھانا تیار کر کے دعوت میں پیش کیا، ایک لکڑی مکان کے کنارے نصب کیا تاکہ اس پر کپڑے اور پانی کا مشکیزہ وغیرہ لٹکا سکیں، فاطمہ کی شادی سے شاندار شادی ہم نے کسی کی نہیں دیکھی‘‘۔(ابن ماجہ باب الولیمہ: ۷ ۱۳ رقم: ۱۹۱۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں:

’’حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں موجود تھے، آپ نے گھر میں پرچھائی دیکھی اور فرمایا: کون؟ میں نے عرض کیا، اسماء، آپ نے پوچھا: اسماء بنت عمیس؟ میں نے عرض کیا، جی یارسول اللہ! آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوئی ہوں، آپ علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا: ہاں جب لڑکی کی رخصتی ہو تو (کسی عمر دراز) عورت کو گھر میں رہنا چاہیئے تاکہ اس کو کوئی ضرورت پیش آئے، تو وہ اس کی ضرورت پوری کر دیا کرے، پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے دعا دی اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے نزدیک میرا یہ عمل نہایت محبوب ثابت ہوا‘‘۔(مجمع الزوائد باب فی تزویج فاطمہ بعلی: ۱۵۲۱۶)

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں:

’’حضرت فاطمہؓ مرض الوفات میں مبتلا ہوئیں، میں خود آپ کی تیمارداری کر رہی تھی، ایک دن طبیعت میں افاقہ ہوا، حضرت علیؓ کسی ضرورت سے باہر چلے گئے، فاطمہؓ نے کہا: امی میرے لئے نہانے کے لئے پانی نکالو، میں نے نہانے کے لئے پانی کا انتظام کیا، پھر فاطمہؓ نے بہت اچھے طریقہ سے غسل کیا جیسے زندگی میں وہ کیا کرتی تھیں، پھر کہا، امی میرے نئے کپڑے دیدو، میں نے دے دئے اور فاطمہ نے پہن لیا، پھر کہا، امی میرا بستر درمیانی گھر میں لگادو، میں نے لگادیا، پھر فاطمہؓ قبلہ رخ ہو کر لیٹ گئیں اور اپنے ہاتھوں کو رخسار کے نیچے رکھا، پھر کہا، امی اب میری روح قبض ہو جائے گی، میں نے غسل کر لیا ہے اور کپڑے پہن لئے ہیں، اب کوئی بھی شخص میرے کپڑے نہ نکالے، پھر فاطمہؓ کی روح قبض ہو گئی، جب حضرت علیؓ آئے، تو میں نے آپؓ کو اطلاع دی‘‘۔(مجمع الزوائد باب

فی تزو یجھا بعلی : ۱۵۲۲۰)

امہات المؤمنین کی کوئی نند وساس نہیں تھی ؛لیکن مذکورہ واقعات سے ساس اور نند اور دیگر سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کی اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ جب چھوٹوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اخلاقی فریضہ ہے، ساس وسسر جو عمر و مرتبہ میں بڑے ہوتے ہیں اور عموماً ضعیف و بیمار بھی ہوتے ہیں اور اپنے شوہر پر ان کے حقوق زیادہ ہوتے ہیں، اس وجہ سے وہ خدمت کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں، لہذا عورتوں کو چاہئے کہ ساس وسسر کی خدمت کو اپنے ماں باپ کی خدمت سمجھیں، اس سے دعائیں بھی ملیں گی، اللہ بھی خوش ہوں گے اور شوہر کی خوشی بھی حاصل ہوگی۔

شوہر کے متعلقین کے ساتھ حسنِ سلوک

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

''ایک مرتبہ اسامہ بن زیدؓ کی ناک میں رطوبت آگئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف کرنے کا ارادہ کیا، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! چھوڑ دیجئے اسامہ کی ناک میں صاف کرونگی، (چنانچہ حضرت عائشہؓ نے حضرت اسامہؓ کی ناک کی صفائی کی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ اسامہؓ سے محبت کرو؛ کیونکہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں''۔(ترمذی کتاب المناقب ۲/ ۲۲۲، ۳۸۱۸:)

حضرت اسامہ حضرت زید بن حارثہؓ کے لڑکے ہیں جو آپ کے پوتے کے درجہ میں تھے، آپ علیہ الصلوۃ والسلام ان سے حسنینؓ کے برابر محبت کرتے تھے ''حِبُّ رسول اللہ''۔رسول اللہ کے چہیتے۔کے لقب سے مشہور تھے، حضرت عائشہؓ نے گویا لے پالک پوتے کی ناک صاف کرتے ہوئے امت کی بیٹیوں کو بتایا کہ شوہر کے متعلقین کے چھوٹے بچوں کی بھی صفائی وستھرائی کی ضرورت پیش آئے، تو خندہ پیشانی سے ضرور کرنا چاہئے، یہ شوہر ہی کی خدمت ہے اور شوہر کے دل میں قدر ومنزلت پیدا کرنے کا سبب وذریعہ ہے۔

سسرالی رشتہ داروں کی تعظیم

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ بہت سخی وفیاض تھیں، جو کچھ مال آپ کی خدمت میں

آتا تھا، فوراً اس کو صدقہ وخیرات کردیتی تھیں، اس صورتِ حال کو دیکھ کر آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا:

"ینبغی ان یوخذ علی یدیھا"

خرچ کرنے کے سلسلہ میں خالہ پر پابندی لگانی چاہئے، حضرت عائشہؓ کو جب یہ خبر پہنچی، تو آپ سخت ناراض ہوگئیں اور فرمایا:

"أیُوخَذ علی یَدیَّ"

کیا مجھ پر خرچ کرنے کے سلسلہ میں پابندی لگائی جائے گی؟ اور آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے گفتگو نہ کرنے کی قسم کھالی، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خالہ کی ناراضگی اور قسم کی خبر ملی، تو انھوں نے خالہ کو منانے کی بہت کوشش کی؛ لیکن حضرت عائشہؓ نے بالکل معاف نہیں کیا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بات چیت کرنا بند کردیا، بالآخر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے چند قریشی احباب اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے نہالی رشتہ داروں سے سفارش کرائی، تب جا کر حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بات چیت شروع فرمائی۔

وکانت أرق شیء علیھم لقرابتھم من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہالی رشتہ داروں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کی وجہ سے بہت مہربان تھیں اور حضرت عائشہؓ نے قسم توڑنے کی وجہ سے چالیس غلاموں کو آزاد کیا۔ (بخاری کتاب المناقب ۱/۴۹۷ رقم: ۳۵۰۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طلاق ۔ اسلامی نقطہء نظر

شریعت میں نکاح ایک قابلِ احترام اور مقدس رشتہ ہے، اسلام چاہتا ہے کہ جس مرد و عورت نے نکاح کی صورت میں ایک ساتھ زندگی بسر کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھی بن کر رہنے کا عہد کیا ہے، وہ اس پر ہمیشہ قائم رہیں اور معمولی معمولی باتوں اور چھوٹی چھوٹی الجھنوں میں الجھ کر اس رشتہ کی مضبوط بنیادوں کو مسمار نہ کریں۔

قرآن مجید نے میاں بیوی کے رشتہ کو ایک دوسرے کے لئے سکون کا ذریعہ اور ایک دوسرے کے لئے لباس قرار دیا ہے، جس طرح لباس انسانی جسم کا سب سے بڑا اہم راز، تکلیف و آرام کا ساتھی اور محافظ ہوتا ہے، اسی طرح میاں بیوی ایک دوسرے کے ہم راز اور ان کی آپسی کمزوریوں پر پردہ ڈالنے والے اور ہر حال میں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں۔

اسلام میں نکاح کو بڑی عظمت حاصل ہے، اس لئے کہ نکاح عفت و پاکدامنی کا باعث ہے، دو اجنبی خاندان ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں اور ان کے درمیان محبت و الفت پیدا ہوتی ہے۔

خدانخواستہ اگر یہ رشتہ ٹوٹتا ہے، تو اتنی ہی مضرتیں لاتا ہے، دو آدمیوں کی زندگی ویران ہو جاتی ہے، معصوم بچے باپ کی شفقت سے یا ماں کی ممتا سے محروم ہو جاتے ہیں اور ان کی تعلیم و تربیت صحیح طریقہ سے نہیں ہو پاتی، دو خاندان جس قدر ایک دوسرے سے قریب

ہوئے تھے، اب اتنا ہی دور ہو جاتے ہیں اور آپس میں سخت قسم کی نفرتیں اور کدورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، اس لئے شریعت ابتداء ہی میں ایسے تمام دروازے بند کرنے کی کوشش کرتی ہے جو بعد میں چل کر باہمی نفرت، اختلاف اور ایک دوسرے سے جدائی کا سبب بن سکتے ہیں۔

طلاق ایک سخت ناپسندیدہ عمل

طلاق ایک مقدس رشتہء نکاح کو ختم کرنے کا نام ہے، اس لئے اسلام میں طلاق نہایت ناپسندیدہ عمل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أبغض الحلال الی اللہ عز و جل تعالی الطلاق" (سنن ابی داؤد: باب فی کراھیۃ الطلاق ١/٢٩٦ رقم: ٢١٧٨)

اللہ تعالی کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل طلاق ہے۔

حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاوجہ طلاق دینے والوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لاتطلق النساء إلامن ریبة، إن اللہ تبارک و تعالی لایحب الذواقین، ولاالذواقات"۔ (رواہ الھیثمی فی مجمع الزوائد: ١٦٧٧)

عورتوں کو اسی وقت طلاق دی جائے جب ان کا کردار اخلاقی اعتبار سے مشکوک ہو؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتے جو محض ذائقہ چکھنے والے ہوں۔

طلاق ایک ناخوش گوار ضرورت

اس بات میں شبہ نہیں کہ بعض اوقات طلاق ایک ناخوشگوار ضرورت بن جاتی ہے، طلاق ایک تکلیف دہ چیز ہے؛ لیکن بعض دفعہ اس سے زیادہ تکلیف دہ باتوں کو روکنے کا ذریعہ بنتی ہے، اگر میاں بیوی کے درمیان تعلقات ناخوشگوار ہوں، ایک ساتھ نباہ دشوار ہو جائے، مرد اپنی عورت سے نجات پانا چاہتا ہو اور اس کے لئے قیدِ نکاح سے باہر آنے کا کوئی قانونی راستہ نہ رکھا جائے، تو وہ غیر قانونی راستے اختیار کرتا ہے اور اس میں عورت کا زیادہ نقصان ہے۔

بعض اوقات ایسے حالات پیدا ہوجاتے ہیں جن کی وجہ سے میاں بیوی کو ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنا ممکن نہیں ہوتا، ایک دوسرے سے علاحدہ رہ کر زندگی بسر کرنے ہی میں دونوں کے لئے چین وسکون اور اطمینان کا سامان ہوتا ہے، ان حالات میں شریعت ایک ناپسندیدہ ضرورت سمجھ کر طلاق کی اجازت دیتی ہے۔

طلاق ایک ناپسندیدہ عمل ہے؛ لیکن ازدواجی زندگی کا وہ قانون مکمل کہلانے کا مستحق نہیں جس میں رشتۂ نکاح کے بندھن کو کھولنے کی گنجائش نہ رکھی گئی ہو، میاں بیوی میں نفرتیں پیدا ہوجائیں اور بے سکونی کی زندگی گزارنے لگیں، نہ شوہر کے لئے بیوی سے علاحدہ ہوکر ذہنی سکون حاصل کرنے کا قانونی راستہ ہو، نہ عورت کے لئے شوہر کے ظلم وزیادتی وغیرہ سے نجات حاصل کرنے کی کوئی جائز صورت ہو، یہ یقیناً ایک غیر فطری بات ہے، ایسی بے کیف وتلخ زندگی گزارنے پر مجبور کرنا، جبر وظلم ہوگا، نیز ایسی تلخ زندگی دونوں کی صحت اور صلاحیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

آج کل ہندو سماج میں زیادہ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بیویوں کو جلانے اور قتل کرنے کے جو واقعات پیش آرہے ہیں، وہ اسی کا نتیجہ ہیں؛ چونکہ قانونی طور پر علاحدگی کو دشوار بنادیا گیا ہے، اس لئے بہت سے لوگ اس طرح کے غیر قانونی راستے اختیار کرتے ہیں، اسلام میں طلاق کی اجازت کا منشاء یہی ہے، اگرچہ یہ ناپسندیدہ فعل ہے؛ لیکن میاں بیوی کا ساتھ چلنا دشوار ہوجائے، تو اس قید سے آزاد ہونے کے لئے ایسا راستہ کھلا رکھا جائے کہ لوگ لاقانونیت پر مجبور نہ ہوں، نیز اس میں عورت کی زندگی اور اس کی عزت و آبرو کے لئے بھی تحفظ کی تدبیر ہے۔

طلاق کا حق مرد کو دیا گیا

قدرتی اعتبار سے عورتیں جذباتی ہوتی ہیں، یہ عورتوں کا عیب نہیں؛ بلکہ ان کا حسن ہے، وفورِ جذبات کے بغیر بے پناہ محبت کرنے والی ماں، خوب پیار کرنے والی بیوی ثابت نہیں ہوسکتی، نیز عورتیں جذباتی ہونے کی وجہ سے جلد باز ہوتی ہیں، کسی بات سے جلد خوش بھی ہوجاتی ہیں اور جلد ناراض بھی، اس لئے خواتین کو اسلام یا کسی مہذب سماج میں طلاق کا

حق نہیں دیا گیا ہے۔

مرد میں عورتوں کی بنسبت قوتِ فیصلہ زیادہ ہوتی ہے، نیز وہ عورتوں کی بنسبت کم جذباتی ہوتے ہیں، اس وجہ سے اسلام نے ان کو طلاق کا حق دیا ہے اور انہیں بے حد احتیاط کے ساتھ اس حق کو استعمال کرنے کی تلقین کی ہے۔

چنانچہ:

☆ بلا ضرورت طلاق دینا شریعت میں سخت ناپسندیدہ ہے، دینی مزاج اور خوفِ خدا رکھنے والے اس ناپسندیدہ عمل سے بچنا چاہیں گے۔

☆ اسلام نے کسبِ معاش کی ذمہ داری مرد پر رکھی ہے، کسبِ معاش کے لئے وہ گھر سے باہر نکلتا ہے، مرد چاہتا ہے کہ بچوں کی نگرانی وتربیت کے لئے بیوی کا اعتماد حاصل ہو، لہٰذا وہ طلاق کے ذریعہ اپنے گھر کو ویران کرنا نہیں چاہتا، اس وجہ سے وہ طلاق سے گھبراتا ہے۔

☆ طلاق کی بنا پر مرد کو مہر، عدت کا نفقہ، متعہ، لڑکے ہوں، تو سات سال کی عمر تک، لڑکیاں ہوں، تو بالغ ہونے تک ان کا خرچ برداشت کرنا پڑتا ہے، یہ ساری مالی ذمہ داریاں مرد پر عائد ہوتی ہیں جو اسے طلاق کا قدم اٹھانے سے روکتی ہیں، اس وجہ سے مردوں کو طلاق کا حق دیا گیا ہے۔

ازدواجی الجھنوں کا حل

خدانخواستہ نکاح کے بعد میاں بیوی کے درمیان کچھ اختلاف پیدا ہوجائے، تو قرآن مجید نے اس کا بھی حل بتایا ہے کہ پہلے سمجھایا جائے، نصیحت سے کام لیا جائے، اس کے باوجود بیوی سیدھی راہ اختیار نہ کرے، تو چند دن بستر الگ کرلیا جائے، اسی کو قرآن مجید میں ''وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ'' سے تعبیر کیا گیا ہے، بستر الگ کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ بیوی کو گھر سے باہر کیا جائے، یا اس کے میکے چھوڑ کر اس کے والدین پر بوجھ بنا دیا جائے، یا اس کو کمرہ سے باہر نکال کر اس کی تذلیل وتحقیر کی جائے؛ بلکہ بستر ایک ہی ہو؛ لیکن چند دن بے رخی کا اظہار کیا جائے تاکہ اس کو اپنی کوتاہی کا احساس ہو، اگر اس سے بھی کام نہ چلے اور

عورت میں اصلاح کے آثار نمایاں نہ ہوں، تو معمولی سرزنش کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَ اھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا ﴿۳۴﴾ (النساء: ۳۴)

وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تم کو ڈر رہو، تم پہلے انہیں نصیحت کرو اور سمجھاؤ (اور نہ مانیں) تو ان سے بستر جدا کرلو (پھر بھی نہ مانیں) تو معمولی مار پیٹ کرو، اگر وہ تمہاری بات مان لیں، تو پھر (مار پیٹ، رسوائی اور بے عزت کرنے کے لئے) بہانے تلاش مت کرو، بے شک اللہ سب سے برتر اور بڑا ہے۔

(مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ: ۲۴)

اختلافات دور کرنے میں سماج کی ذمہ داری

اگر ان تمام مراحل سے گزرنے کے باوجود تعلقات بہتر نہ ہوسکیں اور بیوی نافرمانی پر مصر ہو، تو ایسے نازک موڑ پر قرآن مجید نے شوہر کو جلد بازی اور ناعاقبت اندیشی سے کام نہ لینے کی تلقین کرتے ہوئے میاں بیوی کے درمیان صلح صفائی کی ذمہ داری کو سماج (افرادِ خاندان) پر رکھا ہے کہ اب سماج کے بزرگ اور سمجھ دار لوگ جو اختلافات کو دور کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں اور مخلص ہوں، ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیچ میں پڑ کر باہمی اختلاف کو رفع کرنے اور صلح کرانے کی کوشش کریں۔

بدقسمتی کی بات ہے کہ ہمارے سماج میں کوئی اختلاف رونما ہوتا ہے اور کوئی نزاع پیدا ہوجائے، خواہ میاں بیوی کے درمیان ہو، والدین اور اولاد کے درمیان ہو، یا کسی بھی دو مسلمان یا دو خاندانوں کے درمیان ہو، تو نہ صرف عام مسلمان؛ بلکہ علماء اور سماج کے با اثر اور ذمہ دار لوگ بھی کنارہ کشی اختیار کرلیتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ جس کا معاملہ ہے وہ سمجھے، ہم اس معاملہ میں کیوں پڑیں؛ لیکن یہ سوچ درست اور سنجیدہ نہیں ہے، مسلمانوں کا کام دلوں کو جوڑنا اور فاصلوں کو سمیٹنا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کی جماعت کا اتنا اہتمام تھا، کہ مرض الوفات میں بھی جب تک بالکل معذور نہ ہو گئے، جماعت فوت نہیں ہوئی؛ لیکن بنو عوف کے دو مسلمان خاندانوں میں صلح کرانے میں آپ کو اتنی تاخیر ہو گئی کہ نمازِ عصر میں آپ دیر سے تشریف لائے جب کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے آگے بڑھا چکے تھے۔

اس واقعہ سے مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے، ان کے اختلافات کو دور کرنے اور ان کی صفوں میں وحدت کو باقی رکھنے کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بالخصوص میاں بیوی کے اختلاف کو دور کرنا اور ان کے رشتے کو استوار رکھنا تو اور بھی زیادہ اہم ہے؛ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان سب سے زیادہ اس بات سے خوش ہوتا ہے کہ کسی شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق پیدا کرا دے۔ ''أن یفرق بین المرء وزوجه''

اس لئے علماء اور مسلم سماج کے ذمہ دار حضرات خواہ مرد ہوں یا خواتین، ان کا شرعی فریضہ ہے کہ وہ ایسے مواقع پر معاملات کو سلجھانے اور اختلافات کو دور کرنے کی کوشش کریں اور اسے اپنی دینی ذمہ داری سمجھیں۔

ہاں اگر زوجین کے درمیان اختلاف اس حد تک بڑھ جائے کہ وہ خود اس کو سلجھانے سے قاصر ہوں۔

تو قرآن مجید کا ارشاد ہے:

وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾ (النساء:۳۵)

اے مسلمانو! اگر تم کو اندیشہ ہو کہ میاں بیوی میں اختلاف اور ضد ہے اور آپسی الجھن کو خود سلجھا نہیں سکتے، تو تم کو چاہئے کہ میاں بیوی کے رشتہ داروں میں سے ایک ایک منصف کو مقرر کر کے بھیجو، اگر دونوں منصف اصلاح کی کوشش (صدقِ دل سے) کریں، تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں موافقت پیدا فرما دیں گے، بے شک

اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔ (مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ: ۲۷)

حضرت تھانویؒ مذکورہ آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر قرائن سے تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں ایسی کشاکش کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم سلجھا نہ سکیں گے، تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو ایسے ہی تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے تجویز کر کے اس کشاکش کو رفع کرنے کے لئے ان کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر تحقیقِ حال کریں اور جو بے راہی پر ہو، یا دونوں کا کچھ قصور ہو سمجھا دیں، اگر ان دونوں آدمیوں کو سچے دل سے اصلاحِ معاملہ کی منظوری ہوگی، تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں بشرطیکہ وہ ان دونوں کی رائے پر عمل کریں، اتفاق فرمائیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور خبر رکھنے والے ہیں، جس طریقہ سے ان میں باہم مصالحت ہو سکتی ہے اس کو جانتے ہیں، جب حکمین کی نیت ٹھیک دیکھیں گے، تو وہ طریقہ ان کے قلب میں القاء فرما دیں گے۔ (بیان القرآن، سورۃ النساء: ۱/ ۱۱۵)

طلاق دینے کا صحیح طریقہ (طلاقِ احسن)

شریعت نے طلاق کے آداب واحکام بھی بتائے ہیں کہ طلاق کس وقت دی جائے اور کتنی دی جائیں؟ طلاق کے سلسلہ میں قرآن مجید نے یہ اصول بتایا کہ طلاق دیتے ہوئے بھی حسنِ سلوک کو ملحوظ رکھا جائے

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

(البقرۃ: ۲۲۹)

(۱) طلاق اس طرح نہ دی جائے کہ عدت طویل ہو جائے، جس سے عورت کو خواہ مخواہ ذہنی الجھن میں ڈالا جائے، نیز جب ضرورت ایک طلاق سے پوری ہو جاتی ہے، تو اس سے زیادہ طلاق دینے کی کیا ضرورت ہے؟۔

(۲) صرف ایک طلاق دی جائے، یعنی شوہر بیوی سے صاف لفظوں میں کہے ''میں نے تجھے طلاق دے دی'' اس لئے کہ مرد بیوی سے جدائی چاہتا ہے، تو اس کا مقصد ایک طلاق سے پورا ہو جائیگا، طلاق ایک ناپسندیدہ ضرورت ہے، ضرورت سے زیادہ کا

استعمال مزید ناپسندیدہ اور قرآن وسنت کا مذاق ہوگا۔

(۳) طلاق حالتِ حیض میں نہ دی جائے، حالتِ حیض میں طلاق دینا سخت گناہ ہے، نیز حیض کی حالت میں ایک حد تک بیوی کی طرف رغبت کا سامان نہیں ہوتا، تو ممکن ہے اس حالت میں سنجیدہ فیصلہ کے تحت طلاق نہ دی گئی ہو؛ بلکہ بے رغبتی کی بنا پر طلاق دی ہو؛ حالانکہ طلاق ایسا حق نہیں ہے کہ اتنی جلد بازی میں سوچے سمجھے اور سنجیدہ فیصلہ کئے بغیر اس کا استعمال کیا جائے۔

(۴) ایسی پاکی کے زمانہ میں طلاق دی جائے جس میں بیوی سے صحبت نہ کی ہو؛ کیونکہ عدت کے طویل ہونے کا اندیشہ ہے، اگر حمل ٹھہر جائے اور عوت حاملہ ہو جائے، تو اب اسے وضعِ حمل تک عدت گزارنی ہوگی۔

چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَ ج (الطلاق:۱)

اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت پر طلاق دو اور عدت کو شمار کرتے رہو۔

(۵) ایک طلاق دینے کے بعد عدت گزرنے دی جائے، عدت حاملہ عورت کی وضع حمل، حیض والی کے لئے تین حیض، کم عمر یا عمر والی کے لئے تین مہینے ہے۔

مذکورہ طریقے پر جو طلاق دی جائے اس کو فقہاء طلاقِ احسن کہتے ہیں یعنی طلاق کا بہتر طریقہ نیز طلاق رجعی کی بھی ایک صورت ہے۔

طلاق حسن

بسا اوقات آدمی تین طلاق دے کر رشتۂ نکاح اس طرح ختم کرنا چاہتا ہے کہ اس کے لئے رجوع اور تجدیدِ نکاح کا موقع آئندہ بالکل باقی نہ رہے، ایسی صورت میں شریعت اسلامی کی تعلیم یہ ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں نہ دی جائیں؛ بلکہ پاکی کی حالت میں ایک طلاق دے کر غور وفکر کیا جائے، اگر آپسی حالات درست نہ ہو سکیں تو ایک ماہواری کے بعد

دوسری پاکی کے زمانہ میں دوسری طلاق دی جائے، پھرغور کیا جائے، اگر اب بھی حالات قابو میں نہ آسکیں اور تیسری طلاق دے کر رشتہء نکاح مکمل ختم کرنے ہی میں دنیا وآخرت کی بھلائی نظر آئے، تو دوسری ماہواری گزرنے کے بعد تیسری پاکی کی حالت میں تیسری طلاق دی جائے، اس کے بعد رشتہء نکاح ختم ہوجائے گا، اب مرد وعورت ایک دوسرے کے لئے حرام ہوجائیں گے، رجوع یا عدت میں تجدید نکاح کی گنجائش نہیں رہے گی، اس کو طلاق حسن کہتے ہیں۔

طلاق رجعی

لفظ ''طلاق'' یا ایسے لفظ سے ایک یا دو طلاق دی جائے جو عرف میں طلاق ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے، اس کو طلاق رجعی کہتے ہیں۔

یعنی ایسی طلاق جس میں عدت گزرنے سے پہلے شوہر چاہے، تو بیوی کو دوبارہ نکاح میں واپس لے سکتا ہے، عورت کی مرضی، نیز تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں ہے، دومرتبہ طلاقِ رجعی کا حق حاصل رہتا ہے، تیسری بار طلاق دینے میں یہ گنجائش بالکل نہیں رہے گی، طلاقِ رجعی: عدت گزرنے کے بعد طلاقِ بائن ہوجاتی ہے، نیز رجعت کی گنجائش بھی ختم ہوجاتی ہے؛ البتہ مرد وعورت باہمی رضامندی اور نئے مہر کے ساتھ نکاح کرسکتے ہیں۔

طلاقِ رجعی طلاق کا سب سے بہتر طریقہ ہے، اس لئے کہ عدت گزرنے تک شوہر کو سوچنے، صحیح فیصلہ کرنے لئے ایک لمبا وقت ملے گا، جذبات اور نفسیات کا غلبہ بھی نہ ہوگا، جذبات یا غصہ کی وجہ سے طلاق دے دیا ہو، تو تلافی کی گنجائش بھی ہوگی، نیز عورت کے لئے سخت تنبیہ کا ذریعہ اور سنبھلنے کی مزید ایک مرتبہ گنجائش بھی مل جائے گی۔

جب عدت پوری ہونے کے قریب ہوجائے، تو اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَّ أَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (الطلاق:۲)

جب مطلقہ عورتیں اپنی عدت کے ختم کو پہنچیں، تو ان کو دستور کے موافق رکھ لو، یا دستور کے موافق چھوڑ دو اور دو معتبر آدمیوں کو گواہ بنالو۔

یعنی جب عدت ختم کے قریب ہوجائے ،تو آخری فیصلہ کرنا ہے،اگر بیوی کو رکھنا ہو،تو اسے لوٹا لے اور بہتر ہے کہ لوٹانے پر بھی دو گواہ بنالے تا کہ آئندہ کسی نزاع اور تہمت کا اندیشہ نہ ہواور اگر بیوی کی طرف رغبت نہ ہواور نباہ کی امید نہ رہے،تو بھلے طریقہ پر علاحدہ کردے،بہتر طریقہ پر علاحدگی سے مراد یہ ہے کہ عدت گزر جانے دے، جیسے ہی عدت گزر جائے گی،عورت بائنہ ہوجائے گی؛البتہ اس بات کی گنجائش باقی رہے گی کہ اگر مردوعورت کو پشیمانی ہواور وہ دوبارہ ازدواجی رشتہ میں منسلک ہونا چاہیں،تو نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں، یہ گنجائش ایک اور دو طلاق کی صورت میں ہے۔(مسلم پرسنل لاء:۳۰)

رجعت کا طریقہ

جب طلاق دینے والا مرد طلاقِ رجعی میں بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لینا چاہے، تو بہتر ہے کہ دو معتبر لوگوں کی موجودگی میں اپنی بیوی سے کہے ’’میں نے تمہیں اپنے نکاح میں واپس لے لیا‘‘ یا معتبر لوگوں کی موجودگی میں یوں کہے ’’میں نے اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں واپس لے لیا‘‘ نیز دورانِ عدت بیوی سے صحبت کرنے ، یا بوسہ لینے یا شہوت سے چھو لینے سے بھی رجعت ہوجائے گی۔(الہدایہ ۱/ ۲۹۵)

طلاقِ بائن

طلاقِ بائن وہ طلاق ہے جس میں عورت شوہر کے نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے،عدت کے درمیان بھی آپسی رضامندی ، نئے مہر اور نکاح کے بغیر لوٹانے کی گنجائش نہیں رہتی، مندرجہ ذیل صورتوں میں طلاق بائن ہوجاتی ہے۔

(۱) صحبت سے پہلے ہی بیوی کو طلاق دی جائے۔(خواہ طلاق صریح ہو)

(۲) صراحت کے ساتھ طلاق بائن دی جائے۔

(۳) عورت سے کچھ معاوضہ لے کر یا اس کے واجب الادء حقوق معاف کرا کر طلاق دی جائے ، جیسے خلع میں ہوتا ہے۔

(۴) کنائی الفاظ سے طلاق دی جائے ، یعنی طلاق کی نیت سے ایسے الفاظ بیوی سے کہے جس سے طلاق مراد لی جاسکتی ہواوران الفاظ کا کوئی دوسرا معنی بھی ہو، مثلاً ’’اب

میرا تمہارا رشتہ باقی نہیں رہا‘‘ ’’تم میرے گھر سے چلی جاؤ‘‘ وغیرہ۔

(۵) قاضی کے ذریعہ نکاح ختم کرانے کی زیادہ تر صورتیں طلاق بائن کے تحت آتی ہیں۔ (مستفاد از قاموس الفقہ ۴/۳۴۴)

طلاقِ بائن میں سابق میاں بیوی کے لئے آپسی رضامندی اور نئے مہر کے ساتھ عدت میں اور عدت گزرنے کے بعد بھی از سر نو نکاح کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔

طلاقِ مغلظ/تین طلاق

صاف لفظوں میں کہے کہ ’’میں نے تجھے تین طلاق دی‘‘ یا تین بار الگ الگ وقت میں لفظ طلاق کہے یا تین مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق کہے اور تین کی نیت کرے، اس کو طلاقِ مغلظ کہتے ہیں۔

تین طلاق دینا سخت گناہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب اور شریعت کا مذاق ہے۔

حضرت محمود بن لبیدؓ سے مروی ہے:

’’رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں، آپ غصہ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا میرے ہوتے ہوئے اللہ کی کتاب کے ساتھ کھلواڑ کیا جائیگا؟ اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! کیا میں اس شخص کو قتل نہ کردوں؟‘‘۔ (سنن نسائی کتاب الطلاق، باب ماجاء فی التغلیظ فیہ ۲/۹۸، رقم: ۳۴۰۱)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

’’حضرت عمرؓ کی خدمت میں جب ایسے شخص کو لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہوں، تو حضرت عمرؓ اس کی پیٹ پر کوڑے لگاتے‘‘۔ (اعلاء السنن بحوالہ سنن سعید وفتح الباری ۱۱/۱۶۹)

تین طلاق دینا شریعت میں نہایت ناپسندیدہ عمل ہے؛ لیکن جب تین طلاقیں دی جائیں، تو واقع ہو جاتی ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے:

اگر تین مجلسوں میں الگ الگ طلاق دے،تو بہر حال تین طلاق واقع ہوجائیں گی۔

اگر تین کے عدد کے ساتھ ''میں نے تجھے تین طلاق دی'' تب بھی تین طلاق واقع ہوجائیں گی۔

اگر کسی نے ایک ہی مجلس میں لفظ ''طلاق'' کا استعمال تین بار کیا جیسے یوں کہے: ''میں نے طلاق دی''''میں نے طلاق دی''''میں نے طلاق دی'' یا ''طلاق، طلاق، طلاق کہا'' اگر شوہر نے تین طلاق کی نیت کی، تو تین طلاق واقع ہوجائیں گی، اگر وہ کہے، میری نیت ایک بار طلاق دینے کی تھی، تین بار میں نے تاکید کے لئے کہا، تو ایک طلاق رِجعی ہوگی اور رجعت کرنا جائز ہوگا؛ لیکن شوہر جھوٹ بول کر ایسا کرتا ہے، تو سخت گنہگار ہوگا اور مستقل گناہ کی زندگی گزارنے والا ہوگا، اگر معاملہ قاضی کے پاس چلا جائے، تو قاضی تین ہی طلاق کا فیصلہ کریگا (یعنی قضاءً اس کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائیگا)۔

طلاق کی زیادہ سے زیادہ تعداد تین ہے، اگر کوئی اس سے زیادہ بھی دے دے، تو تین ہی واقع ہوں گی، بقیہ طلاقیں معصیت وظلم کی موجب ہوں گی، نیز ایک مجلس میں تین طلاق دے، تو وہ تین طلاق واقع ہوجاتی ہیں، یہ بات قرآن وحدیث میں صراحۃً ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ غضب کے باوجود تینوں طلاق کو نافذ فرمایا ہے، جس کے بہت سے واقعات کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔

جمہورِ امت کا یہی مذہب ہے، اکثر صحابہ، ائمہ اربعہ اور جمہورِ تابعین کا یہی مسلک ہے، چنانچہ سعودی حکومت نے بھی اس مسئلہ پر غور وفکر کرنے کے لئے حرمین شریفین اور سعودی علماء کی ایک کمیٹی بنائی جس کے صدر شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ تھے، اس کمیٹی نے یہی فیصلہ کیا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ (تفصیل کے لئے مراجعت کریں قاموس الفقہ ۴/۷ ۳۴)

جمہورِ امت کے راستہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا ضلالت وگمراہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ (النساء: ۱۱۵)

جو شخص مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے، تو ہم اس کو اسی کے حوالہ

کردیں گے جس پر وہ چلا ہے اور اس کو جہنم میں دھکیل دیں گے اور جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ (البقرہ:۲۳۰)

پھر یعنی تیسری بار اگر عورت کو طلاق دے دی، تو وہ عورت اس کے لئے حلال نہیں ہوگی یہاں تک کہ کسی دوسرے خاوند سے نکاح نہ کرلے (اور اس خاوند کی وفات ہوجائے یا دوسرا خاوند صحبت کے بعد طلاق دے)۔

اگر تین طلاق دے دی، تو اگر وہ خاتون عدت گزر جانے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور ان دونوں کے مابین ازدواجی رشتہ قائم ہوجائے، بعد ازاں خدانخواستہ کسی وجہ سے اس دوسرے شوہر سے بھی علاحدگی ہوجائے اور پھر یہ دوسری عدت بھی گزر جائے، بعد ازاں اگر یہ خاتون اور پہلا مرد دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہ سمجھنا کہ جب تک تین طلاقیں نہیں دیں گے، پوری طرح رشتہء نکاح ختم ہی نہیں ہوگا محض ناواقفیت اور جہالت کی بات ہے اور اس طرح طلاق دینا شریعت میں انتہائی ناپسندیدہ اور سخت گناہ ہے، وکلاء، قضاۃ اور پنچ حضرات کو بھی اس سلسلہ میں احتیاط کرنی چاہئے اور تین طلاقیں نہیں دلوانی چاہئے، اگر لفظ ''طلاق'' کے ذریعہ ایک یا دو بار طلاق دی گئی اور عدت میں نہیں لوٹایا گیا، تو رشتہء نکاح خود بخود ختم ہوجائے گا اور طلاق: بائن ہوجائے گی، نیز تین طلاق میں ندامت کی تلافی کی بھی کوئی صورت باقی نہیں رہے گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ (البقرہ:۲۲۹)

یعنی اگر ایک یا دو بار طلاق دی گئی، تو مرد کو حق ہوگا کہ وہ بہتر طریقہ پر عورت کو اپنے نکاح میں واپس لوٹا لے، یا پھر اس کی عدت گزرنے دے اور اس کے تمام حقوق ادا کرکے علاحدگی اختیار کرلے۔

شریعت نے طلاق کے تین درجے تین طلاقوں کی صورت میں رکھے ہیں، شریعت کا منشاء یہ ہے کہ طلاق دینا ہی ناپسندیدہ فعل ہے، اگر مجبوری کی صورت میں اس کی ضرورت

پیش آئے ،تو طلاق کے ایک درجہ یعنی ایک طلاق پر اکتفاء کرے اور عدت گزرنے دی جائے جیسا کہ پچھلے صفحات میں بالتفصیل عرض کیا گیا۔

اگر کسی شخص نے دورانِ عدت مزید ایک طلاق دے دی، تو اس نے رشتہءِ نکاح سے جدا ہونے کے دو درجے طے کرلیا جس کی ضرورت نہیں تھی اور ایسا کرنا شرعًا ناپسندیدہ بھی تھا؛ مگر ان دو درجوں کے مکمل ہونے کے بعد بھی دورانِ عدت رجعت کا حق اور عدت پوری ہونے کے بعد آپسی رضامندی سے نکاح کی گنجائش باقی رہے گی، اگر کسی نے تیسری طلاق بھی دیدی، تو اس نے شریعت کی دی ہوئی آسانیوں کو بلا وجہ اور بلا ضرورت ختم کردیا، تو اب اس کی سزا یہ ہے کہ نہ رجعت ہوسکے گی اور نہ بیوی کی دوسری شادی کے بغیر نکاح ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: از معارف القرآن ۱/ ۵۶۰)

متعہ: اسلام کی حکیمانہ تعلیم دیکھئے کہ طلاق کا معاملہ باہمی مخالفت، غصے اور ناراضگی سے پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے جو تعلق انتہائی الفت ومحبت کی بنیاد پر قائم ہوا تھا، اب وہ نفرت، کدورت، دشمنی اور انتقامی جذبات کا مجموعہ بن جاتا ہے، جس کی وجہ سے نفس چاہتا ہے کہ عورت کی ذلت ورسوائی کی جائے؛ لیکن قرآن کریم نے شوہر کو حکم دیا ہے کہ دورانِ عدت بیوی کو گھر سے نہ نکالے، عدت گزرنے تک نفقہ کو بدستور جاری رکھے، شوہر کے لئے مستحب قرار دیا کہ رخصت کرتے ہوئے کچھ سامان دے کر رخصت کرے، یہ انسانی شرافت اور طویل رفاقت کا تقاضہ بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ (الطلاق:۲۲۹)

طلاق کے بعد رجعت کر کے بیوی کو روکنا ہو، تو حسن سلوک کے ساتھ روکے لو، اگر چھوڑنا ہے، تو حسن سلوک کے ساتھ چھوڑ دو۔

یعنی طلاق ایک فسخ کا معاملہ ہے، شریف انسان کا کام یہ ہے کہ جس طرح معاملہ خوش دلی اور حسن سلوک کے ساتھ کیا جاتا ہے، اسی طرح فسخ معاہدہ کی ضرورت پیش آئے، تو اس کو بھی غصہ یا لڑائی جھگڑے کے ساتھ نہ کرے؛ بلکہ وہ بھی احسان اور سلوک کے ساتھ کرے

کہ رخصت کے وقت مطلقہ بیوی کو کچھ تحفہ، کپڑے وغیرہ دے کر رخصت کرنا بھی حسنِ سلوک کے ساتھ چھوڑنے میں داخل ہے جس کا حکم قرآن کریم کی اس آیت میں دیا گیا ہے:

وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾ (البقرۃ:۲۴۱)

مطلقہ عورتوں کو دستور کے موافق سامان دینا پرہیزگاروں پر لازم ہے۔

وَ مَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ (البقرۃ:۲۳۶)

مطلقہ بیوی کو کچھ سامان دو، وسعت والا اپنی وسعت کے موافق اور تنگ دست آدمی اپنی حیثیت کے موافق مطلقہ بیویوں کو سامان دے۔

جو بھی جدائی شوہر کی طرف سے ہو، اس میں متعہ دینا مستحب ہے، نیز قاضی یا ذمہ دار احباب شوہر کو متعہ دینے کی ترغیب دیں، متعہ کے مستحب ہونے کی صورت میں شوہر پر ظلم وزبردستی کرنا بھی بالکل مناسب نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع کتاب النکاح باب اختلاف الزوجین ۲/ ۶۰۴)

متعہ کے اعتبار سے مطلقہ عورتوں کی چار قسمیں ہیں:

(۱) وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ ہو، نیز صحبت اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دی گئی ہو۔

اس مطلقہ کا حکم یہ ہے کہ مہر دینا واجب نہیں؛ البتہ شوہر پر متعہ دینا واجب ہے۔ (البقرۃ:۲۳۶)

(۲) وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر تو ہو؛ لیکن صحبت اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق دی گئی ہو۔

اس عورت کے لئے جتنا مہر مقرر ہو، اس کا آدھا حصہ دینا شوہر پر واجب ہے؛ ہاں اگر عورت معاف کردے یا مرد پورا مہر دیدے تو اختیاری معاملہ ہے۔ (البقرۃ:۲۳۷)

نیز اس عورت کے لئے متعہ نہ واجب ہے نہ مستحب ہے۔

(۳) وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر ہو نیز صحبت وخلوت صحیحہ کے بعد طلاق دی گئی ہو۔

اس عورت کو پورا پورا مہر ملے گا، نیز اس عورت کے لئے متعہ مستحب ہے۔

(۴) وہ مطلقہ جس کا مہر مقرر نہ؛ لیکن صحبت وخلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دی گئی ہو۔

اس عورت کو مہرِ مثل ملے گا، نیز اس عورت کے لئے متعہ مستحب ہے۔

متعہ کی مقدار

متعہ کی مقدار متعین نہیں ہے؛ بلکہ عرف وعادت اور میاں بیوی کے حالات پر موقوف

ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے معروف طریقہ پر متعہ دینے کا حکم فرمایا ہے،

قرآن مجید میں عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ کی صراحت ہے، خوش حال وتنگ دست شوہر کو اپنے حالات کے اعتبار سے متعہ ادا کرنا چاہئے، گویا متعہ کی مقدار طے کرنے میں مرد کے معاشی حالات اور سماجی عرف دونوں کا لحاظ کیا جائیگا، نیز عورت کے معیار زندگی کو بھی دیکھا جائے گا۔

متعہ کی ادنی مقدار ایک جوڑا کپڑا ہے، زیادہ مقدار کی کوئی حد نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: متعہ کم از کم تیس درہم (تقریباً ۹۲ گرام چاندی یا اس کی مروجہ قیمت) ہونی چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے: بہتر متعہ خادم کا انتظام ہے۔

حضرت حسن بن علیؓ نے بیس ہزار درہم (تقریبا چھے سو کلو چاندی ۶۰۰) بطور متعہ دیا۔(مستفاذ از تفسیر قرطبی، بدائع وقاموس الفقہ ۵/۵۸)

خلع: شریعت میں بیوی سے کچھ مال لے کر اس کو نکاح سے آزاد کرنے کا نام خلع ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ (البقرۃ:۲۲۹)

اگر تم لوگ خوف محسوس کرو کہ میاں بیوی اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے (حقوقِ زوجیت نیز اس سے متعلقہ شرعی احکام کو پورا نہیں کر سکیں گے) تو میاں بیوی پر کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ عورت کچھ عوض دے (اور شوہر اس کو لے کر رشتۂ نکاح سے بیوی کو آزاد کردے)

لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ جیسے طلاق مرد کے لئے آخری چارۂ کار ہے، اسی طرح عورت کی طرف سے خلع کا مطالبہ بھی آخری حد ہے اور جب تک رشتۂ نکاح بالکل دشوار نہ ہو جائے، خلع کا مطالبہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایما امرأة سألت زوجها طلاقا من غیر بأس، فحرام علیها رائحة الجنة"۔(ترمذی عن ثوبان باب ماجاء فی المختلعات ۱/۲۲۶ رقم:۱۱۸۷)

عورتوں کوطلاق نہ دی جائے مگر قابل اعتراض بات پر، اللہ تعالی مزہ چکھنے والے مرداورمزہ چکھنے والی عورت کو پسند نہیں فرماتے۔

جس خاتون نے بلاوجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کیا،اس پر جنت کی خوشبوحرام ہے۔

حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاوجہ طلاق دینے والوں اور بلاوجہ خلع کا مطالبہ کرنے والیوں کی مذمت بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

"لاتطلق النساء الامن ریبة ،ان اللہ تبارک وتعالی لایحب الذواقین، ولاالذواقات۔(رواہ الھیثمی فی مجمع الزوائد: ۷۷۶۱)

بعض دفعہ مرد ظالم ہوتے ہیں، حقوقِ زوجیت ادانہیں کرتے، نیزعورت کورشتۂ نکاح سے آزادبھی نہیں کرتے تاکہ وہ سکون کی زندگی گزارسکے،ان حالات میں شریعت نے عورت کوظلم وستم سہنےاور مصائب ومشکلات پر صبر کرنے پر مجبورنہیں کیا؛ بلکہ اس کو باعزت طریقہ پررشتۂ نکاح سے نکلنے کا راستہ "خلع" کی صورت میں رکھا ہے۔

خلع کی ایک مصلحت یہ ہے کہ بعض اوقات میاں بیوی میں اختلاف کا کوئی ایسا سبب ہوتا ہے کہ خود بیوی بھی برسرِ عام اس کا اظہار کرنا نہیں چاہتی؛ کیونکہ اس سے خودعورت کی عزت وآبرو بھی مجروح ہوسکتی ہے، ان حالات میں خلع زوجین کے درمیان علاحدگی کا ایک باعزت طریقہ ہے جس میں فریقین کے لئے عافیت اوراپنے وقار کا تحفظ ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ بظاہرنفرت واختلاف کا کوئی سبب موجود نہیں ہوتا؛ لیکن کسی وجہ سے میاں بیوی کے مزاج میں ہم آہنگی باقی نہیں رہتی اورنکاح کا اصل مقصود باہمی محبت، مودت اورسکونِ دل کی کیفیت مفقود ہوجاتی ہے؛ حالانکہ شوہر کوئی ایسی زیادتی نہیں کرتا جسے قانون کے دائرہ میں حق تلفی کہا جاسکے؛لیکن بیوی کواپنے شوہر کی طرف رغبت بھی نہیں ہوتی، اسلام نے ایسے مواقع کے لئےخلع کی صورت رکھی ہے کہ بیوی پورامہر یامہر کا کچھ حصہ معاف کرکے اسے طلاق پرآمادہ کرلے۔(مستفاد از مسلم پرسنل لاء: ۳۳۳)

امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی ہے:

"ثابت بن قیسؓ کی بیوی (جمیلہ بنت سہلہ) حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہوئیں اور عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے ثابت بن قیس کی دینداری و اخلاق سے متعلق کوئی شکایت نہیں ہے؛ لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ مسلمان ہو کر کسی کی ناشکری کروں، (یعنی میرے شوہر کا میرے ساتھ حسنِ سلوک اور میری طبیعت کا ان کی طرف مائل نہ ہونا، جس کی وجہ سے شوہر کی ناقدری و ناشکری ہو رہی ہے) اس لئے ہم دونوں میں جدائی کرا دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وسلم نے فرمایا: تم ان کو ان کا باغ لوٹا دو گی؟ (جو مہر میں ادا کیا تھا) انھوں نے عرض کیا، جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابتؓ سے فرمایا: باغ لے لو اور ان کو طلاق دے دو، چنانچہ حضرت ثابت نے طلاق دے دی‘‘۔ (بخاری ۲/ ۷۹۴، رقم: ۵۲۵۳)

بدلِ خلع کی مقدار

خلع دراصل زوجین کی باہمی رضامندی سے علاحدگی کا فیصلہ ہے، جس میں عورت کی طرف سے عوض دیا جاتا ہے؛ لیکن یہ عوض مہر کی مقدار سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔

چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَ لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ (البقرہ:۲۲۹)

تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں سے کچھ لو جو تم نے انہیں دیا تھا؛ مگر جب کہ خاوند اور بیوی دونوں خوف محسوس کریں کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ میاں بیوی اللہ کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے، تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جاوے، یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں، لہٰذا ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی اللہ کی باندہی ہوئی حدوں سے آگے بڑھے، وہی لوگ ظالم ہیں۔

غرض اگر عورت کی طرف سے زیادتی نہ ہو، تب تو مرد کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ طلاق کا کوئی معاوضہ وصول کرے، ہاں اگر عورت کی طرف سے زیادتی ہو یا وہ کسی معقول وجہ کے بغیر طلاق کی طلب گار ہو، تو مرد کو زیادہ سے زیادہ اتنا ہی واپس لینا چاہئے جو اس

نے بطورِ مہر دیا ہے، اس سے زیادہ کا مطالبہ ہرگز نہ کرے اور یقینا یہ اس کی مردانہ غیرت اور حمیت کے بھی خلاف ہے کہ شریعت نے اسے طلاق کا اختیار دے کر جو اعزاز عطا کیا ہے، وہ اسے کسبِ زر کے لئے استعمال کرے۔

خلع میں عورت اپنے ذاتی حقوق کو معاف کر کے بھی خلع لے سکتی ہے، جیسے عدت کا نفقہ، اب تک مہر ادا نہیں کیا گیا ہو، تو مہر معاف کر سکتی ہے۔ (مستفاد از قاموس الفقہ ۳/ ۳۶۳)

خلع کے احکام

(۱) خلع سے طلاقِ بائن واقع ہوتی ہے۔

(۲) خلع کے لئے قاضی کا فیصلہ ضروری نہیں ہے۔

(۳) خلع کی صورت میں شوہر کو رجعت کا حق نہیں رہتا؛ البتہ عدت میں یا عدت گزرنے کے بعد عورت کی رضامندی سے نئے مہر سے تجدیدِ نکاح ہوسکتا ہے۔

(۴) خلع کے لئے کسی مخصوص وقت کی قید نہیں ہے، یعنی پاکی و ناپاکی کے وقت بلا کراہت خلع کی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ (مستفاد از: قاموس الفقہ ۳/ ۳۶۵)

عدت: عدت شریعت کی اصطلاح میں اس مدت (زمانہ) کو کہتے ہیں جس میں نکاحِ صحیح ختم ہونے کے بعد عورت اپنے آپ کو روکے رکھتی ہے۔

عدت دو طرح کی ہوتی ہے: (۱) عدتِ وفات (۲) عدتِ طلاق،

ذیل میں صرف عدتِ طلاق کے بعض احکام کو ذکر کیا جا رہا ہے۔

اسلام میں نسب کی حفاظت کو بڑی اہمیت حاصل ہے، اسی لئے شریعت نے عدت کا حکم دیا ہے کہ جب کسی عورت کی اپنے شوہر سے جدائی ہو، تو دوسرے نکاح اور اس جدائی کے درمیان اتنا فاصلہ ہونا چاہئے کہ نسب مشتبہ نہ ہو۔

جب رشتۂ نکاح طلاق، خلع یا فسخ کے ذریعہ ختم ہوجائے، تو عورت پر عدتِ طلاق واجب ہوتی ہے۔

عدتِ طلاق کی مدت

(۱) حاملہ عورت کی عدت وضعِ حمل (بچہ کی ولادت) ہے۔ (الطلاق: ۴)

(۲) جس عورت کو حیض کا سلسلہ جاری ہو، اس کی عدت تین حیض ہے۔ (البقرۃ:۲۲۸)

(۳) جن عورتوں کو کم عمری یا عمر کی درازی کی بناپر حیض نہ آتا ہو، ان کی عدت تین مہینے ہے۔ (الطلاق:۴)

(۴) جس عورت کو صحبت وخلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی طلاق دی جائے، اس پر کسی قسم کی عدت نہیں ہے۔ (الاحزاب:۴۹)

عدت کے احکام

(۱) عدت کے درمیان صراحۃً نکاح کا پیغام دینا درست نہیں ہے۔ (البقرۃ:۲۳۵)
طلاقِ رجعی میں نکاح کا پیغام بالکل نہیں دیا جاسکتا۔

(۲) عدت میں شوہر کی طرف سے مہیا کئے ہوئے مکان میں رہنا ضروری ہوگا۔
اللہ تعالی کا ارشاد ہے: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ (الطلاق:۱)
مطلقہ عورتوں کو گھر سے (عدت پوری ہونے تک) مت نکالو۔

اس میں ایک حکمت بھی پوشیدہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو لفظ ''طلاق'' کے ذریعہ ایک یا دو طلاق دی ہو، تو عدت کے درمیان اسے اپنی بیوی کو لوٹانے کا حق حاصل ہوگا، اگر عورت طلاق دینے والے شوہر کے گھر ہی میں رہے، تو موافقت اور موانست کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، اس طرح ایک ٹوٹا ہوا رشتہ دوبارہ جڑ سکتا ہے۔

البتہ شوہر کے مکان میں عدت گزارنے کی صورت میں عورت کو اپنی جان ومال یا عزت وآبرو کا خطرہ ہو، یا مکان کے منہدم ہونے کا اندیشہ ہو، تو کسی دوسرے مکان میں عدت گزار سکتی ہے۔

(۳) عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

(۴) جس عورت کو طلاقِ رجعی دی گئی ہو، اگر بیوی کو نکاح میں لوٹا لینے کا ارادہ ہو، تو شوہر سفر پر لے جاسکتا ہے۔

(۵) جس عورت کو طلاقِ بائن یا طلاقِ مغلظ دی گئی ہو، وہ عورت شوہر کے ساتھ یا محرم کے ساتھ عدت پوری ہونے تک ہرگز سفر نہیں کرسکتی۔ (مستفاد از قاموس ۴/ ۵۷۳)

فہرست مآخذ ومراجع

اسماء کتب	اسماء مصنّفین	مطبع
(۱)الجامع الصحیح للبخاری	محمد بن اسماعیل البخاریؒ	فیصل دیوبند
(۲) صحیح مسلم	مسلم بن حجاج القشیریؒ	〃
(۳)سنن ابی داؤد	ابوداؤد سلیمان السجستانیؒ	〃
(۴)الجامع الترمذی	محمد بن عیسیٰ الترمذیؒ	〃
(۵)سنن النسائی	ابوعبدالرحمن النسائیؒ	〃
(۶)سنن ابن ماجہ	ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی	〃
(۷)مصنف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق صنعانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۸)مسند احمد	احمد بن محمد بن حنبلؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۹) صحیح ابن خزیمہ	محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۱۰) صحیح ابن حبان	محمد بن حبانؒ	الرسالۃ العالمیہ بیروت
(۱۱)سنن دارقطنی	ابوالحسن علی بن عمرو	مکتبہ دارالایمان سہارنپور
(۱۲)المستدرک للحاکم	حاکم ابوعبداللہؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۱۳)شعب الایمان	احمد بن حسین البیھقیؒ	المکتبۃ الشاملۃ
(۱۴)مجمع الزوائد	نورالدین ہیثمی	〃
(۱۵)سیر اعلام النبلاء	علامہ شمس الدین ذھبیؒ	دارالحدیث قاھرہ
(۱۶)فتح الباری	حافظ ابن حجرؒ	المکتبۃ الاشرفیۃ دیوبند
(۱۷)عمدۃ القاری	علامہ بدرالدین عینیؒ	زکریا بکڈپو دیوبند

(۱۸)زادالمعاد	علامہ ابن القیم	دارالفجر قاھرہ
(۱۹)مرقاۃ المفاتیح	ملاعلی قاریؒ	بنگلہ اکیڈمی دیوبند
(۲۰)مشکوۃ المصابیح	علامہ خطیب تبریزیؒ	مکتبہ بلال دیوبند
(۲۱)اعلاءالسنن	علامہ ظفراحمد التھانویؒ	دارالکتب العلمیۃ بیروت
(۲۲)ردالمحتار	علامہ ابن عابدین شامیؒ	زکریا بکڈ پودیوبند
(۲۳)معارف القرآن	مفتی شفیع عثمانیؒ	کتب خانہ نعیمہ دیوبند
(۲۴)مسلم پرسنلا کا مسئلہ	قاضی مجاہدالاسلامؒ	مسلم پرنسلا بورڈ
(۲۵)مجموعہ قوانین اسلامی	ابوداؤد سلیمان السجستانیؒ	مسلم پرنسلا بورڈ
(۲۶)آپ کے مسائل اوران کا حل	مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ	زکریا بکڈ پوردیوبند
(۲۷)قاموس الفقہ	مولانا خالدسیف اللہ رحمانی مدظلہ	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
(۲۸)جدید فقہی مسائل	مولانا خالدسیف اللہ رحمانی مدظلہ	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
(۲۹)شمع فروزاں	مولانا خالدسیف اللہ رحمانی مدظلہ	کتب خانہ نعیمہ دیوبند
(۳۰)کتاب النوازل	مفتی سلمان صاحب منصورپوری	مکتبہ جاوید دیوبند
(۳۱)اسلامی شادی	افادات حضرت تھانویؒ	افادات اشرفیہ ہتھورا
(۳۲)ازدواجی زندگی کے سنہرے اصول	حضرت مولانا پیرذوالفقارصاحب مدظلہ	